دیکھی ہوئی دنیا

جلد دوم

اسپین اور ترکی کے سفر کی کارگزاری

مرتب

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظجی بارڈولی دامت برکاتہم
جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات، ہند

نورانی مکاتب
www.nooranimakatib.com

دیکھی ہوئی دنیا

جلد دوم

اسپین اور ترکی کی کارگزاری

مرتب
مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی دامت برکاتہم
استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

ناشر
نورانی مکاتب

تفصیلات

نام کتاب:......................... .... دیکھی ہوئی دنیا (جلد دوم)

افادات:..................مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

صفحات:.......................... ۲۲۴

ناشر:..............نورانی مکاتب

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب آسنوی، سملک، آسنا۔96267 98240

yusuf_bhana@hotmail.com:Email id

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔86188 9904819190 99133

الامین کتابستان دیوبند، یوپی۔ 221212 01336

الحاج اسعد الواجدی دیوبند، زمزم بک ڈپو۔Mo.09359229903

جامعہ دارالاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات

جامعہ دارالاحسان، نواپور، نندوربار، مہاراشٹر

فہرستِ مضامین

اسپین کی کارگزاری

ترکی کی کارگزاری

مقدمہ

عرضِ مرتب

الحمدﷲ رب العالمین،والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد، خاتم النبیین وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین، امابعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخارا، سمرقند، مرغینان کے دینی، علمی سفر کی کارگزاری کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی تو وہ بہت مقبول ہوئی اور چند ہی دنوں میں اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور تصحیحات کے بعد دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا اور گجراتی زبان میں بھی یہ کارگزاری شائع ہوکر منظرِ عام پر آگئی۔

اور پڑوسی ملک میں بھی بندے کی کتابیں: خطباتِ محمود کے ساتھ اس کارگزاری کی بھی اشاعت ہونے لگی اور ظہورِ مہدی کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے، یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے، اللہ تعالیٰ ان کتابوں کے فیض کو تاقیامت عالم میں جاری وساری فرمائے اور اپنی رضا اور محبت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

بخارا، سمرقند کی کارگزاری پہلے بیان کی شکل میں ہوئی تھی، پھر کتابی شکل میں آئی، ابھی کچھ وقت پہلے جورڈن اور فلسطین کا سفر ہوا تھا اور ساتھ میں ترکی بھی حاضری ہوئی، اس موقع پر ترکی سے بندے کا پناما جانا ہوا اور پناما میں تقریباً نو (9) روز تک سفر کی کارگزاری کے واقعات بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے اور کچھ باتیں جو رہ گئیں وہ رمضان کے اخیری عشرے میں ملاوی میں بیان کیں، وہ مفصل کارگزاری تو اس وقت کتابی شکل میں لانا دشوار ہے؛ البتہ! سی، ڈی، (C.D) کے ذریعہ سے اس کی خوب اشاعت ہوئی، اور انٹرنیٹ کے ذریعے بھی لوگوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا

اور اٹھا رہے ہیں۔

البتہ! رمضان کے بعد احباب کے شدید اصرار پر سورت شہر کی ''چوڑ گھر'' مسجد میں کارگزاری کی مجلس منعقد ہوئی، اس مجلس میں جورڈن، فلسطین اور ترکی کے سفر کی کارگزاری بیان ہوئی، ان شاء اللہ فلسطین اور جورڈن کی کارگزاری ''دیکھی ہوئی دنیا'' کی تیسری جلد میں پڑھنے کو ملے گی، البتہ ترکی کے اس دوسرے سفر کی کارگزاری کیسٹوں سے لکھی گئی اور اس میں ترکی کا جو پہلا سفر ہوا تھا اس وقت کی کچھ باتیں جو ذہن میں محفوظ تھیں، ان کو بھی شامل کر دیا گیا۔

اسپین کا سفر ۲۰۰۸ء میں ہوا تھا اور اس وقت اسپین کے سفر کی کارگزاری کی مختلف خصوصی مجلسیں منعقد ہوئی تھیں اور اس کو لوگوں نے بڑی دل چسپی سے سنا تھا اور وہ سی ڈی (C.D) میں الحمد اللہ! محفوظ ہے، تو سیڈیوں سے اس کارگزاری کو تحریری شکل میں لایا گیا اور کچھ یادداشتیں جو سفر کے دوران تیار کی گئی تھیں، ان کو بھی شامل کر لیا ہے، اس طرح یہ اسپین کی کارگزاری تیار ہو سکی۔

البتہ! حضرت مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی کتاب ''جہانِ دیدہ'' میں جو کچھ لکھا ہے اس کو بھی پڑھنا چاہیے، یہ دونوں کارگزاری جو اس وقت شائع ہو کر منظرِ عام پر آ رہی ہے، اس کی ترتیب اور کمپوزنگ میں جن حضرات نے تعاون کیا میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی نسلوں کو دین کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرمائے، آمین۔

ویسے تو دنیا کے بہت سارے ممالک میں دین کی نسبت سے حاضری کی

سعادت حاصل ہوئی ہے؛ لیکن ان تمام کو لکھنا بڑا مشکل کام ہے، البتہ! چیدہ چیدہ مقامات کی کارگزاری ان شاء اللہ شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

دورانِ سفر پیش آنے والے کچھ واقعات جو عجیب وغریب ہیں ان کو اس ''پیش لفظ'' کے حوالے سے آپ کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

(۱) ایک غیر مسلم پر قرآن کی تلاوت کے اثرات کا عجیب واقعہ

۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۰ء میں پناما کا پہلا دینی سفر ہوا، وہاں باقاعدہ عیدگاہ نہ ہونے کی وجہ سے عید کی نماز کسی میدان میں ادا کی جاتی ہے، رمضان عید کی نماز اس سال وہاں کی ایک مشہور یونیورسٹی کے میدان میں ادا کی گئی، عید کی نماز سے پہلے بندے کے ذمے بیان کرنا طے ہوا تھا، ٹریفک کی وجہ سے میں وقتِ مقررہ پر وہاں نہیں پہنچ سکا، تو حضرت مفتی عبدالقادر صاحب کا خطاب شروع ہو چکا تھا، جب میں پہنچا تو انھوں نے میرے نام سے اعلان کیا اور خطاب شروع ہوا۔

عید کے موقع سے جن مسلمانوں کا مجمع وہاں جمع تھا، اس میں بھارتی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد تھی؛ اس لیے بھارت کے سفیر ''مسٹر تارا سنگھ'' پنے عملے کے کچھ لوگوں کے ساتھ مبارک باد پیش کرنے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے، عید کے موقع سے بندے کے ذہن میں ایک مضمون من جانب اللہ جو آیا اس کو میں بیان کر رہا تھا کہ عید کا منظر اور موت اور قیامت کا منظر کافی ملتا جلتا ہے:

میت کو غسل دیا جاتا ہے، اسی طرح آج عید کی نسبت سے سنت پر عمل کر کے سب نے غسل کیا ہے۔

میت کو سفید کفن پہنایا جاتا ہے، عید کی نسبت سے آج مسلمانوں کا مجمع بھی سفید کپڑوں میں ملبوس ہے۔

میت کو آبادی سے نکال کر باہر لے جاتے ہیں، عید کی نسبت سے مسلمان بھی آبادی چھوڑ کر کھلے میدان میں آگئے ہیں۔

اور قیامت کے میدان میں اولین وآخرین کو جمع کیا جائے گا، یہاں بھی عید کی نسبت سے مسلمانوں کا ایک مجمع جمع ہوا ہے۔

اور عید کے انوار اور رحمتِ الٰہیہ کے فیضان کے ساتھ قرآنِ مجید کی بہت ساری آیتیں، پرکیف انداز سے زبان سے تلاوت ہو رہی تھیں، پورے مجمع پر ایک سکتہ اور گریہ کی کیفیت طاری تھی، قرآنِ مجید کی آیات کی تلاوت اور اس کے ترجمے کا وہاں موجود بھارتی سفیر ''مسٹر تارا سنگھ'' پر بھی بڑا اثر ہوا اور وہ بھی زار وقطار رونے لگے اور جیسے میں نے اپنا خطاب مکمل کیا، مسٹر تارا سنگھ آگے بڑھے اور مائک ہاتھ میں لے کر قرآنِ مجید اور اسلام کے سلسلے میں بڑے وقیع کلمات بولنے لگے اور اس قدر رو رہے تھے کہ ان کے لیے خود اپنی بات بولنا مشکل ہو رہا تھا۔

پھر عید کی نماز شروع ہوئی اور نماز کے بعد مرحوم حاجی سلیمان صاحب بھیکھو کے مکان پر کھانے کی ایک دعوت پر وہ بھی شامل ہوگئے، مرحوم حاجی سلیمان بھیکھو صاحب بھارت سے پناما جانے والے اولین لوگوں میں سے ہیں، ان کی فکروں اور کوششوں سے مسجد اور مدرسہ وہاں قائم ہوئے، مرحوم کی اہلیہ محترمہ نے عید کی نسبت سے ایک بڑی دعوت کا انتظام بھی کیا تھا، جس میں پناما کے مؤقر علما اور بھارت کے سفیر

صاحب بھی موجود تھے، اور مسلم ملکوں میں سے صرف ''لیبیا'' کا سفارت خانہ وہاں موجود ہے، اس کے سفیر صاحب بھی دعوت پر مدعو تھے۔

دسترخوان پر بیٹھتے ہی بھارت کے سفیر تاراسنگھ صاحب نے اپنی بات شروع کی، کہنے لگے: قرآنِ مجید پہلی مرتبہ مجھے سننے کا موقع ملا اور اس کی چند آیات اور اس کا ترجمہ سن کر میرے دل پر بڑے گہرے اثرات ہوئے، اب میں پکا ارادہ کرتا ہوں کہ قرآنِ مجید کا ترجمہ حاصل کروں گا اور پورے قرآن کو پڑھوں گا۔

اس سلسلے میں ہم سے اس وقت یہ کوتاہی ہوئی کہ ہم خود انتظام کر کے وہ جس زبان میں سمجھ سکیں، اس زبان میں قرآن کا ترجمہ ان کو پیش کرتے اور قرآن کے مطالعہ کے دوران اگر کوئی بات ان کے ذہن میں آتی تو اس پر مذاکرات، مفاہمات ہوتے، ہم ان سے ربط بڑھاتے؛ لیکن اس ملاقات کے بعد ان سے ربط باقی نہ رہا، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان کو ہدایت اور ایمان کے نور سے سرفراز فرماوے، آمین۔

پھر وہ میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے: آپ کی قرآن کے سلسلے میں معلومات بہت اچھی ہیں اور آپ نے مجھے قرآن اتنے قریب سے سنایا، سمجھایا، مجھے بہت رونا آیا اور میرے دل پر بڑے اچھے اثرات ہوئے، میں آپ کی کوئی خدمت کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے اپنی خدمت کا کوئی موقع عنایت کریں۔

اس موقع پر وہاں موجود ایک شخص نے کہا کہ: مفتی صاحب کے برطانیہ کے ویزے کا مسئلہ ہے۔

چوں کہ میں ہمارے جامعہ ڈابھیل کے سالانہ جلسے کے بعد اسی رات کو اڑیسہ

چلا گیا تھا، وہاں ہوا اور سمندری طوفان نے سنگین حالات پیدا کر لیے تھے اور اس وقت ہمارا ادارہ ’’فلاح المسلمین‘‘ اس طرح کے مواقع پر نمایاں خدمات انجام دیتا تھا؛ اس لیے مجھے برطانیہ کے ویزا لینے کے لیے ضروری وقت نہیں مل سکا تھا، شعبان کے اواخر میں اڑیسہ سے واپسی کے بعد رمضان کے اوائل میں ’’پناما‘‘ کا سفر ہو گیا۔

اس پر بھارت کے سفیر تارا سنگھ صاحب کہنے لگے کہ: میں اپنی خوش نصیبی سمجھ کر آپ کی یہ خدمت ضرور کروں گا، یہاں ’’پناما‘‘ میں برطانوی سفیر کو میں خود بھارتی سفارت خانے کی ضمانت پر خط لکھتا ہوں اور اس خط کی بنیاد پر آپ کا ویزا ہو جائے گا۔

چنانچہ وہ خط مع اردو ترجمے کے پیش خدمت ہے:

انڈین سفارت خانہ، انگلینڈ کے سفارت خانے کو مبارک بادی پیش کرتا ہے اور بڑے فخر سے یہ بات کہتا ہے کہ (حضرت) مفتی محمود سلیمان حافظ جی (صاحب مدظلہ) جو اس (U-806358) پاسپورٹ نمبر کے حامل ہیں، ان کو پناما کے انڈین سفیر جناب تارا سنگھ بذاتِ خود جانتے ہیں۔

موصوف تبلیغ اور پناما کی مسلم بستیوں میں قرآن کے احکام سکھانے کی غرض سے آئے ہیں، موصوف بہت بڑے عربی داں ہیں اور ہندوستان کے صوبۂ گجرات کی مشہور و مایۂ ناز شخصیات میں سے ہیں، موصوف اپنے یو کے (UK) میں رہنے والے رشتے داروں کی زیارت کرنا چاہتے ہیں؛ لٰہذا ایک عاجزانہ گزارش ہے کہ آپ موصوف کو ویزا سے نواز دیں، موصوف کے پاس پناما کی ملٹیپل ویزا بھی ہے، ہندوستان کا سفارت خانہ موقع کو غنیمت سمجھ کر یو کے کے سفارت خانے کو اعلیٰ ترین یقین کے اظہار

کی تجدید کی درخواست کرتا ہے۔

پناما/۱۰رجنوری ۲۰۰۰ء
یو کے سفارت خانہ، پناما

اصل خط ملاحظہ ہو:

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے متعلق لیبیا کے سفیر صاحب کے کلمات

جیسا کہ اوپر لکھا گیا، اس عید کے دستر خوان پر لیبیا کے سفیر صاحب بھی موجود تھے، لیبیا کے کرنل ''معمر قذافی'' اور پناما کے جنرل ''نار وے گو'' دونوں رفیقِ تعلیم ہونے کی وجہ سے وہاں لیبیا کا سفارت خانہ شروع ہوا تھا۔

لیبیا کے سفیر صاحب کہنے لگے کہ: مجھے پہلی مرتبہ پتہ چلا کہ ہندوستان میں اتنے بڑے شیخ تھے اور ان کی اتنی ساری تصانیف عربی، اردو میں ہیں کہ رمضان میں حضرت کے انتقال پر ہمارے ملک کی ٹی وی چینل پر باقاعدہ مرحوم کی حیاتِ طیبہ اور کارناموں پر ایک مفصل پروگرام پیش کیا گیا، تب مجھے ان کی شخصیت کا تعارف ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے ان اکابرین کی علمی، عملی یادگاروں سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(۲) قرآنِ مجید کے متعلق ایک دوسرا واقعہ

۲۰۱۱ء مطابق ۱۴۳۲ھ میں حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں افریقہ کے ایک ملک ''بوسوانا'' (Botsvana) کا سفر ہوا، سفر کے دوران ساؤتھ افریقہ سے مفتی فاروق صاحب منّی کی طرف سے شدید اصرار ہوا کہ ان کے بیٹے کا حفظ مکمل ہو گیا ہے، اس لیے حضرت دامت برکاتہم کی دعا پر مجلسِ تکمیل منعقد کرنا ہے۔

ہمارے یہاں کے سورتی خاندان کے ایک صاحب جو افریقی حکومت میں اہم وزارت کے عہدے پر تھے ان کی کوششوں کی برکت سے اللہ فضلی سے ویزا بھی جاری ہوگیا، البتہ! سفر اس طرح ہوا کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم اور عزیز گرامی القدر قاری عبدالحنان صاحب بائے روڈ افریقہ گئے اور غیبرون کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز میں بندے کا بیان طے تھا؛ اسی لیے جمعہ کے بعد کے ہوائی جہاز سے مفتی فاروق منتی صاحب کی معیت میں بندے کا جوہانسبرگ (Johanesburg) جانے کا نظام بنا۔

جب ہم شام کے وقت جوہانسبرگ کے ہوائی اڈے پر پہنچے تو وہاں امیگریشن آفسر کو بڑی حیرت ہوئی کہ آپ "بوسوانا" سے ساؤتھ افریقہ کا ویزا لے کر آرہے ہیں وہ بھی صرف ڈھائی تین روز کا قیام ہے۔

وہ بار بار پوچھنے لگا کہ: آپ اتنے قلیل وقت کے لیے کیوں آئے ہو؟

بندے نے عرض کیا کہ: یہ ہمارے مفتی فاروق صاحب منتی ہیں، ان کے چھوٹے سے بچے نے قرآن زبانی یاد کرلیا ہے اور اس نسبت سے ایک بڑا پروگرام ہیں؛ اس کے لیے ہمارا آنا ہوا ہے۔

اس نے قرآن کے متعلق یہ سوال پوچھا کہ: قرآن کتنا بڑا ہے؟

میں نے کہا کہ: ساڑھے چھ ہزار (6500) سے زائد آیتیں قرآن میں ہیں، ایک سو چودہ (114) سورتیں ہیں، تیس (30) پارے ہیں۔

اس نے بہت ہی حیرت سے کہا کہ: اتنی ہزارہا آیتیں کیا ایک چھوٹے بچے

نے زبانی یاد کرلیں؟

میں نے کہا کہ: جی ہاں! ہم آپ کو بھی دعوت دیتے ہیں، اس پروگرام میں آپ تشریف لائیں۔

تو وہ افسر صاحب اتنے حیرت زدہ ہوئے کہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور بار بار پوچھنے لگے کہ: اچھا! ایک چھوٹے بچے نے اتنی ہزار آیتیں یاد کرلیں؟

وہ اتنے حیرت زدہ تھے کہ اپنے ہم منصب وہم مذہب دوسرے افسر صاحب کو بھی بلایا اور قرآن کے حفظ کی جو بات ہم نے ان سے کہی تھی وہ ان کو سنانے لگے اور بہت ہی آسانی سے امیگریشن کسٹم کی کارروائیاں طے ہوگئیں۔

مفتی فاروق صاحب منتی مدظلہ ان سے کہنے لگے کہ: یہ قرآن ہی کا معجزہ ہے کہ لفظ بہ لفظ لوگ اس کو زبانی یاد کر لیتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کی برکت سے ہوائی جہاز کا ایک عجیب سفر

''بوسوانا'' کے اسی سفر میں ہمارے حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب کی برکت سے ''غبیر ون'' سے فرانسس ٹاؤن کا ہوائی جہاز کا سفر بھی بڑا نرالا رہا، غبیر ون میں ویزا کی ضروری کارروائی کی وجہ سے ایسے وقت پر فراغت ہوئی جب کہ غبیر ون سے فرانسس ٹاؤن جانے کا جہاز جاچکا تھا، وہاں کے مشہور رئیس عبدالستار دادا صاحب نے کہا کہ: میرا ذاتی طیارہ ہے، اسی سے ہم سفر کرتے ہیں۔

چناں چہ انھوں نے فوراً اپنے پائلٹ (Pilot) کو فون کیا اور نیا خریدا ہوا جیٹ کمپنی کا شاندار ہوائی جہاز—جس میں بیٹھنے، سونے اور کھانے کی تمام سہولیات تھیں

اس — کے ذریعے سے سفر ہو گیا اور وہاں ظہر کی نماز کے فوراً بعد مسجد میں مردوں میں اور اس کے بعد مستورات کے پروگرام میں کوئی خلل نہیں آیا اور مقررہ نظام کے مطابق سارے پروگرام خیریت سے ہو گئے۔

یہ زندگی کا پہلا موقع تھا جس میں کسی کے ذاتی نئے شان دار سہولیات والے طیارے سے یہ دینی سفر ہوا، ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کہیں کسی جگہ کسی صاحب کی کار سے جانا پہلے سے طے ہوا اور اس کار میں کوئی رکاوٹ پیش آ گئی تو کسی دوسرے صاحب نے کہا: میری کار سے چلے جائیے، شعر:

ہجومِ بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں اکبر قدر دانوں کی کرے تو کوئی کمال پیدا

اس سفر میں فرانسس ٹاؤن سے واپسی پر یہ بھی ہوا کہ انھیں عبدالستار دادا نے اپنے فارم ہاؤس پر ایک رات قیام کی درخواست کی، نہایت وسیع وعریض رقبے میں پھیلا ہوا ان کا فارم جس میں قسم قسم کے جانور آزاد رہتے ہیں اور اس میں دو سو تین سو آدمی قیام کر سکے اتنا بڑا ان کا عالی شان بنگلہ۔

اس میں علما کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ رات کا قیام ہوا اور حسب معمول صبح صادق سے ایک گھنٹہ پہلے ذکرِ جہری کی مجلس ہوئی، جس میں ''بوسوانا'' کے علما اور عوام سب حیرت زدہ رہ گئے کہ خود عبدالستار دادا جو وہاں کے رئیس بھی ہیں اور حکومت کے بڑے عہدے پر ہیں، آدھی رات کے بعد شہر کی اپنی قیام گاہ سے طویل سفر کر کے جنگل میں اپنے فارم پر آئے، ذکر اور تہجد میں شامل ہوئے۔

یہ اللہ کے نام کی کشش اور اور حضرت دامت برکاتہم کی روحانیت کی برکت ہے۔

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم افریقہ کے ایک سفر کے موقع پر معمول کے مطابق ہوائی جہاز کے سفر کے دوران قرآنِ مجید کی تلاوت میں مشغول تھے تو ایک ایئر ہوسٹس (Air Hostress) آپ کے چہرے کے انوار کو دیکھ کر کے ایمان لے آئی تھی، اس کا عجیب وغریب واقعہ ''دیکھی ہوئی دنیا'' کی تیسری جلد میں مفتی یعقوب صاحب ملتی زید مجدہم کے قلم سے ان شاء اللہ آپ پڑھو گے۔

قرآن مجید کے متعلق تیسرا واقعہ

ابھی چند روز پہلے مکاتب کے امور کے سلسلے میں کچھ (Kutch) کے علاقے کا سفر ہوا تھا، واپسی میں ٹکٹ نہ مل سکنے کی وجہ سے اے سی فرسٹ کلاس (A.C.First class) کا ٹکٹ بنوایا، جس کے گراں قدر مصارف کی وجہ سے بندے کی طبیعت پر اس کا اثر تھا؛ لیکن ایک واقعے کی وجہ سے تمام گرانی کے اثرات دور ہو گئے۔

اے سی فرسٹ کلاس کی ترتیب کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ اس میں دو دو، تین تین مسافروں کے لیے چھوٹے چھوٹے الگ الگ کمرے ہوتے ہیں اور بہت ساری نرالی سہولیات ہوتی ہیں، عشا کی نماز اور کھانے سے فراغت کے بعد احباب کے ساتھ مکاتب کے تعلیمی مشوروں سے فارغ ہو کر سونے کی تیاری ہو ہی رہی تھی، اس وقت رفیقِ سفر حافظ اویس اور حافظ الطاف نے آ کر بتایا جس جگہ ہماری سیٹ (Seat) ہے

وہاں دو بڑے آدمی ہیں اور وہ آپ سے قرآن کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

دن بھر کے کچھ کے دور دراز علاقوں کے سفر اور مکاتب کے مدرسین کے ساتھ مختلف مجلسوں کی وجہ سے بہت زیادہ ہی تھکان تھی، گیارہ (11) بج رہے تھے؛ اس لیے پہلے تو طبیعت آمادہ نہیں ہوئی؛ لیکن معاً دل میں خیال آیا کہ یہ لوگ جو قرآن کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو پھر ہمیں ان کو ضرور وقت دینا ہی چاہیے۔

میں نے ان کو کہا: بلا لیجیے۔

میں نے برادرِ مکرم مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی سے بہت منت وسماجت کی کہ آپ ہی ان کو قرآن کا تعارف پیش کریں۔

اللہ نے ان کو افہام و تفہیم کا اعلیٰ ملکہ عطا کیا ہے؛ لیکن اس کے لیے وہ آمادہ نہیں ہوئے؛ چوں کہ گجراتی زبان میں بات کرنی تھی۔

خیر! جب وہ دونوں حضرات ہمارے سامنے آئے، تو دیکھا کہ ظاہراً بہت ہی وجیہ شخصیت ہیں اور بہت ہی طلب کے ساتھ آئے، اولاً انھوں نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور قدرے سر جھکا دیا، جو ہندوؤں کے یہاں تکریم کا ایک خاص طریقہ ہے، وہ دونوں حضرات کھڑے ہی تھے، میں نے ان کو بیٹھنے کے لیے کہا، دونوں حضرات بیٹھ گئے۔

دونوں نے بہت ہی ادب سے سوال کیا کہ: ہمیں قرآن مجید کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنی ہے۔

میں نے دل میں اللہ سے دعا کر کے بات چیت شروع کی تو عجیب چیز میں نے دیکھی کہ وہ دونوں حضرات نے اپنے پیر سے جوتے نکال دیے اور کہنے لگے کہ: قرآن جیسی پاک کتاب کی بات ہم سنیں تو اس کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جوتے نکال دیں۔

اور پہلے ہی سے ادب سے بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن کے سلسلے میں میری باتیں شروع ہوئیں، تو پہلے سے بھی زیادہ باادب ہو کر بیٹھ گئے اور تقریباً چالیس (40) منٹ نہایت غور و ادب کے ساتھ قرآنِ مجید کے متعلق وہ باتیں سنتے رہے۔

پھر جب میں نے بات روک لی تو ان کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی اور نہایت درد بھری آواز سے کہنے لگے کہ: ہم نے اخبارات، میڈیا کے ذریعے سے اسلام اور قرآن کے بارے میں کیا سن رکھا تھا اور ہم کیا سمجھ رہے تھے، جب کہ حقائق بالکل الگ نکلے اور ہمیں یہ سب باتیں سن کر کے یقین ہے کہ قرآن آسمانی (پوِتر پستک) پاک کتاب ہے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے متعلق بھی بعد میں کچھ باتیں ان کو بتائی گئیں۔

انھوں نے اسلام اور قرآن کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے اور پڑھنے کا عزم بھی کیا۔

اخیر میں ان سے ان کا تعارف پوچھا۔

انھوں نے اپنا کارڈ دیا، تب پتہ چلا کہ ان میں سے ایک صاحب پورے کچھ ضلع سیشن کورٹ کے جسٹس ہیں اور دوسرے صاحب اصلاً بھارتی اور امریکہ کے شہری

تھے، جو کچھ اور بمبئی میں مختلف جگہوں پر کئی ہسپتال (Hospital) چلاتے ہیں اور انھوں نے کالج قائم کیے ہیں اور بہت بڑی مقدار میں رفاہی کام کرتے ہیں۔

دونوں نے اپنے اپنے نمبر بھی دیے اور اپنے یہاں آنے کی پر خلوص دعوت بھی دی، یہ سب قرآنِ مجید کے برکات ہیں۔

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ دورانِ سفر ہم اپنے اخلاقِ عالیہ سے اسلام کا کتنا اچھا تعارف کرانے کا موقع حاصل کر سکتے ہیں۔

میرے ایک مخلص محب محترم سلیم بھائی گودھرا والے جو ریلوے کے اہم عہدے داریں سے ہیں، جب ان کے سامنے اس واقعے کا تذکرہ کیا تو وہ مجھے کہنے لگے کہ: ایسے بڑے کوالیٹی (V.I.P) لوگوں تک اسلام اور قران کی حقانیت اجاگر کرنے کے مواقع ایسے اعلیٰ کلاس کے سفر میں مل سکتے ہیں اور جو مہنگا کرایہ خرچ ہوا وہ کئی گنا زیادہ وصول ہو گیا؛ چوں کہ اس سفر کی برکت سے آپ کو اسلام کی دعوت کا ایک موقع ملا۔

ان کی اس بات سے مصارف زیادہ خرچ ہونے کا بوجھ تھا وہ بھی ہلکا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے محترم سلیم بھائی گودھرا والے کو خوب جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

(۴) چوتھا واقعہ

ابھی ابھی اس سال 2016/2017ء میں 26/جنوری کے روز احمد آباد سے واپسی ہو رہی تھی، ہمارے جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مدظلہ العالی کی معیت میں یہ سفر تھا، پہلے سے ٹکٹ ریزرو نہیں تھا، اسٹیشن پر جب پہنچے تو سوت

کی طرف جانے والی ایک ٹرین بالکل تیار تھی، عزیز محترم مفتی رضوان صاحب نے احمد آباد سے سورت کے دو سادے ٹکٹ خرید لیے اور ٹی سی سے بات کر لی۔

ہم دونوں اے سی ڈبے میں سوار ہو کر سورت کی طرف آ رہے تھے، جب سورت قریب آنے لگا تو میں خود ٹی سی صاحب کے پاس گیا، وہ مجھے کہنے لگے: ایک ہزار (1000) روپیے دے دیجیے۔

میں نے ان سے کہا کہ: آپ اس کی رسید کاٹ دیجیے۔

وہ مجھے کہنے لگے: رسید کی کیا ضرورت ہے؟ آپ مجھے صرف ایک ہزار روپیے دے دیجیے۔

میں نے کہا کہ: رسید تو کٹوانی ہی ہے۔

وہ پوچھنے لگے کہ: کیوں آپ رسید کے لیے اصرار کر رہے ہیں؟

میں نے کہا کہ: ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

جس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ عام طور پر ٹی سی لوگ سیٹیں دے دیتے ہیں، رسید نہیں بناتے ہیں، پیسے ان کی جیب میں چلے جاتے ہیں؛ حالاں کہ گاڑی حکومت کی ملکیت ہے اور گاڑی کے جس طرح کے ڈبے میں ہم سفر کریں گے اس کا جتنے کا ٹکٹ ہوتا ہے اتنے پیسے حکومت کے خزانے میں پہنچانا ضروری ہے اور یہی ہماری شریعت کی مبارک تعلیم ہے۔

اس پر وہ ٹی سی صاحب مجھے کہنے لگے کہ: جب آپ نے اوپر والے یعنی اللہ کی بات کی اب مجھے ایک پیسہ بھی اپنے لیے آپ سے نہیں لینا ہے اور ضابطے کے

مطابق جتنے کا ٹکٹ اے سی کا بنتا ہے اتنے پیسے لیے اور رسید بنادی اور بہت حیرت سے بار بار میری طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ: آپ اوپر والے کی وجہ سے قانوناً رسید بنواتے ہیں یہ کتنی اچھی بات ہے۔

رسید بن جانے کے بعد میں نے تقریباً تین سو (300) روپیے بطورِ ہدیہ پیش کیے۔

وہ کہنے لگے کہ: جب آپ نے اوپر والے مالک کا نام لیا ہے تو میں آپ سے ایک پیسہ بھی زائد نہیں لے سکتا۔

پھر بھی میں نے بہت اصرار کے ساتھ ان کو ہدیہ پیش کیا کہ آپ اپنے بچوں کے لیے اس میں سے کوئی چیز خرید کر لے جائیں۔

غرض! ہم اپنے اسفار کے ذریعے اسلام میں معاملات کی صفائی، اجارہ اور کرایہ کے متعلق احکام اچھی طرح غیر مسلموں کے سامنے اور ناواقف مسلمانوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں، جو تعلیماتِ اسلام کی دعوت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

(۵) پانچواں واقعہ

2000ء میں رمضان المبارک کے مہینے میں پہلی مرتبہ پناما کا دینی سفر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اس وقت بمبئی سے پیرس اور پھر پیرس سے ہوائی جہاز بدلنا تھا۔

پیرس کے ہوائی اڈے پر اطمینان سے میں بیٹھا ہوا تھا، رمضان تھا، روزہ تھا، اتنے میں دو صاحب نے مجھے سلام کیا، دونوں مکمل کوٹ پتلون میں ملبوس تھے، ظاہر میں علامتِ اسلام نہ ہونے کی وجہ سے تعجب کے ساتھ میں نے ان کے سلام کا جواب

دیا، پھر انھوں نے عربی میں گفتگو شروع کی، تب پتہ چلا کہ ان میں سے ایک صاحب جامعہ ازہر مصر کے کسی شعبے کے استاذ تھے اور دوسرے صاحب جامعہ ازہر ہی کی کسی شاخ کے مدرس تھے۔

دورانِ گفتگو پتہ چلا کہ انھوں نے علامہ بنوری کی معارف السنن کا مطالعہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ علامہ بنوری سے بہت ہی متأثر تھے۔

میں نے ان سے آہستہ سے کہا کہ: علامہ بنوری جس مدرسے میں پڑھے اور جہاں انھوں نے پڑھایا اسی مدرسے میں پڑھنے کی اور اس وقت پڑھانے کی سعادت مجھے حاصل ہے۔

خیر! مختلف علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، اتنے میں ہوائی جہاز کا وقت ہوا، وہ بھی رمضان کی مناسبت سے دینی دعوتی غرض سے لاطینی امریکہ کے کسی ملک کے سفر پر جا رہے تھے۔

اٹھتے اٹھتے اس ملاقات کا ان کا آخری جملہ یہ تھا کہ وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ:

ہم کو بھی ہمارے لیے یہ چیز لازم کر لینی چاہیے کہ ہم اسلامی لباس پہنیں اور شرعی طریقے سے ڈاڑھی رکھیں۔

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ سفر و حضر ہر موقع پر اسلامی لباس، اسلامی وضع قطع ہمیں اپنانی چاہیے۔

ہمارا مزاج اس طرح اسلامی وضع کا ہے، یہ اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے

اکابر کی سفر و حضر کی صحبت بابرکات کا فیض ہے۔

بہت سارے ہمارے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ سفر کے موقع پر اسلامی لباس چھوڑ کر دوسری طرح کا لباس پہن لیتے ہیں، یہ چیز کسی طرح مناسب نہیں ہے، ہر جگہ ہماری عزت اسلام میں ہی ہے، اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

بہر حال! سفر کے چند واقعات کو قلم بند کروا دیا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فائدہ مند بنائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول بنائے، اپنی رضا کا ذریعہ بنائے، آمین۔

نوٹ: یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، کارگزاری سننے کے مشاق حضرات کے اصرار پر جو بیان ہوئے تھے اس کو سی ڈی سے قلم بند کیا گیا اور اس میں اضافے کیے گئے ہیں۔

والسلام

العبد: محمود بن مولانا سلیمان حافظجی باڑدولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

رجب ۱۴۳۷ھ

پیشِ خدمت

اللہ کی توفیق سے بندے نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے تمام اساتذہ اور مشائخین کے ایصالِ ثواب کے لیے کچھ نہ کچھ صدقۂ جاریہ کا کام کیا جائے، الحمد اللہ! اس پر کافی حد تک عمل کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

نورانی مکاتب کے مبارک سلسلے کے جو مختلف زون قائم کیے گئے ہیں ان میں ہر زون کی نسبت سلسلۂ چشتیہ عالیہ کے مشائخینِ حقہ اور میری سندِ حدیث کے مشائخین سے جڑی ہوئی ہے اور جو کتاب بھی اللہ کی توفیق سے تیار ہوتی ہے، اس کا ثواب بھی اپنے بڑوں میں سے کسی نہ کسی کے لیے ایصال کرتا ہوں۔

سفرنامے کی اس دوسری جلد کا مکمل اجر وثواب میرے بہت ہی مشفق استاذ، جن سے مجھے سب سے زیادہ کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور عربی کے ابتدائی درجے سے دورۂ حدیث شریف تک جن کی تعلیمی، تربیتی توجہات سے استفادہ کا خوب موقع ملا ہے، اس سے میری مراد حضرت الاستاذ مولانا مفتی اسماعیل صاحب چاسوی دامت برکاتہم العالیہ ہیں، ان کے نام پر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

آں موصوف سے بندے کو حسبِ ذیل کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے:

(۱) درجۂ عربی اول میں پورا سال امتحان دینے کی سعادت حاصل ہوئی ہیں۔ موصوف امتحان کے ساتھ بہت کچھ سکھاتے بھی ہیں۔

(۲) درجۂ عربی دوم کے سال: نور الایضاح، قدوری، ہدایۃ النحو، کافیہ، علم

الصیغہ، القراۃ الواضحہ، مفتاح القران، تیسیر المنطق، مرقاۃ، عربی تمرین'' وغیرہ۔

(۳) درجۂ عربی سوم میں: اصول الشاشی، شرح ابنِ عقیل، دروس التاریخ۔

(۴) درجۂ عربی چہارم میں: مقاماتِ حریری۔

(۵) درجۂ عربی پنجم میں: ہدایہ ثانی، شرح عقائد، حسامی۔

(۶) درجۂ عربی ششم کے سال: مشکوۃ شریف جلد ثانی، نخبۃ الفکر۔

(۷) دورۂ حدیث شریف کے سال: طحاوی شریف، نسائی شریف، سنن ابن ماجہ وغیرہ۔

میری طالب علمی کے زمانے میں ''النادی العربی'' کے سرپرست بھی مولانا اسماعیل صاحب ہی تھے، پھر اردو انجمن کے سرپرست بھی جامعہ کی طرف سے آپ کو بنایا گیا؛ لہٰذا دونوں انجمنوں میں آپ کی زیرِ سرپرستی عربی، اردو تقریر وتحریر میں مشق کی سعادت حاصل ہوئی، زمانۂ طالب علمی میں بندے پر جس قدر شفقت تھی، اس کا ایک واقعہ خطباتِ محمود کی چوتھی جلد، ص ۲۸ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

زمانۂ طالبِ علمی میں استاذِ محترم کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا، وہ خواب میں نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے محقق عالمِ دین، حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب — شارحِ ابوداؤد — کی خدمت میں لکھا تھا، وہ خواب مع تعبیر حسبِ ذیل ہے:

خط (خواب کی تعبیر کے سلسلے میں)

(دوسرا خواب) احقر نے یہ دیکھا کہ مدرسہ شروع ہوا اور احقر اپنے استاذ حضرت مولانا اسماعیل صاحب مظاہری جن سے عربی دوم پڑھا تھا ان کے مکان پر ملنے گیا، احقر

مکان میں داخل ہوا تو استاذ اور اہلیہ محترمہ اور سب فرزند سوئے ہوئے تھے، استاذ نے اپنی اہلیہ سے پردہ کرنے کو کہا اور پھر احقر آگے والے کمرے میں بیٹھا، پھر استاذ نے گھر کے اندر جا کر ٹھنڈا پانی میرے لیے بھیجا اور پھر میرے لیے ٹھنڈا دودھ اور فالودہ بنانے میں مشغول ہوئے، پھر احقر بیدار ہو گیا۔

امید ہے کہ دونوں خوابوں کی تعبیر پر احقر کو مطلع فرمائیں گے۔

محمود بارڈولی

متعلم: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک، گجرات

درجۂ عربی سوم

جواب (مع تعبیر خواب)

عزیزم مولوی محمود گجراتی سلمہ اللہ تعالیٰ!

تمھارا مکتوب پہنچا، تعلق اور محبت پر اندازہ ہوا، اللہ تعالیٰ شانہ تمھاری اس محبت کو طرفین کے لیے موجبِ منفعت فرمائے، آمین۔

تمھارے دونوں خواب اچھے ہیں، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، آمین۔

دونوں کا حاصل یہ ہے کہ:

آپ کو اپنے بزرگوں اور استاذوں سے عقیدت اور محبت ہے، جس سے نفع پہنچنے کی توقع ہے؛ بلکہ نفع پہنچ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرمائے اور تم کو محنت اور کوشش کی مزید توفیق عطا فرما کر ترقیات سے نوازے، فقط والسلام۔

مجھے بھی دعامیں یاد رکھا کرو۔

فقط

محمد عاقل عفا اللہ عنہ

۱۴؍شوال ۱۴۰۶ھ

نوٹ:(۱)اول خواب دوسرے بزرگ کے متعلق تھا۔

(۲)عربی دوم بعد والے رمضان کا مہینہ سہارنپور میں موچیوں والی مسجد میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی صحبت میں گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، اس وقت رمضان میں خواب میں حضرت شیخ زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جس کی برکت سے حضرت مولانا عاقل صاحب سے اچھا خاصہ تعارف ہوگیا تھا، پھر عربی سوم والے سال سیدی ومولائی حضرت فقیہ الامتؒ سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔

پھر نور الایضاح پڑھنے کے زمانے میں، نور الایضاح کی ایک عبارت ''والقیام حین قیل حی علی الفلاح'' کا سبق ہوا، سبق کے بعد دوسرے وقت میں نے حضرت الاستاذ سے اس سلسلے میں مزید باتیں پوچھیں، تو اس وقت حضرت الاستاذ نے بہت اچھی طرح عبارت سمجھائی۔

ان دنوں میرے مرشدِ اول فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ جامعہ ڈابھیل میں تشریف فرما تھے، عصر کے بعد علمی وروحانی مجلس ہوتی تھی، حضرت الاستاذ دامت برکاتہم نے حضرت فقیہ الامتؒ سے بھی سوال کرکے حضرت کے مسکت، الزامی، محقق جواب سے محظوظ ہونے کا ہم کو موقع عنایت فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ کی ان توجہات اور محنتوں کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے اور ان کے سایۂ عاطفت کو صحت وعافیت کے ساتھ ہم پر قائم ودائم فرمائے، آمین۔

نوٹ: جو اساتذہ بہ قیدِ حیات ہیں، ان میں سے میرے مرشدِ ثانی اور مشفق و محسن استاذ حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں اپنے خطبات کی دوسری جلد کا ثواب پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور نورانی مکاتب کا ایک پورا زون گلشنِ احمد کے نام سے آباد وشاداب ہے۔

ان شاء اللہ دیگر باقی حیات اساتذہ کے لیے آئندہ یہ سلسلہ جاری رہیں گا۔

اسپین کی کارگزاری

رفقائے سفر

(۱) حضرت اقدس شیخ الحدیث مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ (صدر مفتی وشیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک، گجرات)۔

(۲) مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی، بارڈولی (استاذِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک، گجرات)۔

(۳) حضرت مولانا اسماعیل صاحب (مہتمم: دارالعلوم لیسٹر برطانیہ)۔

(۴) مولانا عمران پٹیل صاحب لنڈن (فاضلِ جامعہ ڈابھیل)۔

(۵) مولانا محمد بن مولانا سلیمان حافظ جی لیسٹر (مرتب کے برادرِ مرحوم)۔

(۶) الحاج امتیاز بھائی گجیا (لنڈن)۔

(۷) الحاج احمد بھائی منجان والا (لیسٹر)۔

(۸) الحاج محمد بھائی بھانا، اٹالواوالے (مانچیسٹر)۔

(۹) حاجی ناصر بھائی دادا (سورت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً ـــــ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (یوسف: ۱۱۱)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ، اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ۔

(ھود: ۱۰۲)

ترجمہ: اور اسی طرح تمھارے رب پکڑ میں لے لیتے ہیں جب بستیوں کو پکڑتے ہیں اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں، یقیناً اس (اللہ تعالیٰ) کی پکڑ بڑی دردناک ہے، بہت ہی سخت ہے۔

اسپین ہمارے لیے دل چسپی کا باعث کیوں؟

اسپین یہ یورپ کا ایک ملک ہے، ایسے تو یورپ میں بہت سارے ممالک ہیں؛

لیکن یہ ملک ہمارے لیے اس لیے دل چسپی کا باعث ہے کہ حضرات تابعین کے دور سے تقریباً آٹھ سو سال تک یہاں پر ایک مثالی اسلامی حکومت قائم رہی، یورپ کے اس ملک کو مسلمانوں نے اپنی بھرپور خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ تہذیب وتمدن اور ترقی کا ایک گہوارہ بنایا اور پورے عالم میں ایک مثالی ملک کی شکل میں اس کو تعمیر کیا۔

اسی اسپین میں حرمین کے بعد مسلمانوں کی ایک زمانے کی پوری دنیا کی سب بڑی عالی شان مسجد ''جامعِ قُرطُبہ'' بھی قائم ہے۔

اسی اسپین کی سرزمین پر حضرت امام قرطبیؒ، علامہ شاطبیؒ، خطیب الامت منذر ابن سعیدؒ اور تفسیرِ بحرِ محیط کے مصنف علامہ ابوحیّان اندلسیؒ جیسے نامور حضرات پیدا ہوئے؛ اسی لیے یہ ملک ہمارے لیے بڑا دل چسپی کا باعث رہا ہے۔

دیرینہ آرزو اور اسپین کا سفر

بچپن سے اس کے حالات اور واقعات ہم سنتے تھے اور کچھ مدت سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے تھے کہ اللہ کرے کہ کبھی ایسا موقع آئے کہ ہم اس ملک کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں جہاں آٹھ سو سال تک ہماری مثالی حکومت قائم رہی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سالِ گذشتہ ماہِ شعبان ۱۴۲۷ھ میں میرے مشفق و محسن حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے ساتھ انگلینڈ کا ایک دینی سفر ہوا اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق انگلینڈ سے الحمدللہ! اسپین کی حاضری نصیب ہوئی، شعبان کے اواخر میں ہماری وہاں حاضری ہوئی۔

قبل اس کے کہ میں آپ حضرات کی خدمت میں اپنے سفر کی کارگزاری عرض

کروں فتحِ اندلس کے متعلق ایک دو باتیں آپ سے عرض کر دیتا ہوں۔

اسپین نام کی وجہ اور اس کا جائے وقوع

کہتے ہیں کہ: طوفانِ نوح کے بعد سب سے پہلے جو قوم اس خطے میں آباد ہوئی اس کا نام "اندلش" تھا، عربوں نے "شین" کو "سین" میں بدل کر اس پورے علاقے کا نام "اندلس" رکھ دیا۔

بعد میں یہاں ایک رومی بادشاہ کی حکومت ہوئی جس کا نام "اشبان" تھا، اسی نے اشبلیہ شہر آباد کیا جس کی وجہ سے "اشبلیہ" شہر کو "اشبانیہ" کہا جانے لگا، پھر رفتہ رفتہ یہ نام پورے ملک کے لیے بولا جانے لگا اور اسی کی بگڑی ہوئی شکل ہسپانیہ یا اسپین ہے۔
(اندلس میں چند روز از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی: ۱۰)

اسپین یہ یورپ کا ایک ملک ہے، اگر عالم کے نقشے میں ہم دیکھیں تو مسلمانوں کا جو آخری ملک "مراکش" ہے، اس سے بالکل قریب ترین ہے، بحری راستے بائیس (22) یا تیئیس (23) میل کا فاصلہ ہے۔

مراکش اور اسپین کے درمیان چھوٹی بڑی کشتیاں چلتی رہتی ہیں، سیاح اسی کے ذریعہ آمد و رفت کرتے ہیں۔

فاتحِ افریقہ حضرت موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ ابن نصیر رحمۃ اللہ علیہ کا نام تاریخ میں بہت ہی روشن ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دستِ بابرکت پر افریقی ممالک کی فتح مقدر فرمائی تھی، بہت سے افریقی ممالک کو موسیٰ ابن نصیرؒ نے فتح کیا۔

موزامبیک نام کی وجہ

کہتے ہیں کہ: وسطِ افریقہ میں ایک ملک ''موزام بیک''(Mozambik) ہے، اس کا اصل نام ''موسیٰ بیک'' ہے، یہ حضرت موسیٰ بن نصیرؒ کا نام ہے، اسی سے اس ملک کا نام ''موسیٰ بیک''، بنا، پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے ''موزامبیک'' بن گیا ہے۔

اس ملک میں ''بیرا شموی'' شہر کے قریب تابعین کے مزارات بھی معروف ہیں، بندے کو اس ملک میں کئی مرتبہ دینی نسبت سے حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

فاتحِ اسپین طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ بن نصیرؒ نے اپنے ایک چہیتے سپہ سالار، تاریخِ اسلام کے جگمگاتے ستارے حضرت طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو تقریباً سات ہزار (7000) رُفقا کی ایک جماعت لے کر اسپین کی طرف روانہ فرمایا، خود اسپین کے عیسائی لوگوں کی درخواست پر حضرت موسیٰ بن نصیرؒ نے یہ اسلامی لشکر اسپین کی طرف روانہ کیا تھا، ان کا مقصد مظالم سے انسانیت کو آزاد کرانا تھا اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلوا کر اپنے خالق و مالک کی غلامی میں لانا تھا۔

نوٹ: فاتحِ اندلس طارق بن زیاد: بربری، افریقہ کے باشندے اور موسی بن نصیرؒ کے آزاد کردہ غلام، فوجی خدمات پر مامور تھے، ان کا لشکر بربریوں پر مشتمل تھا 19 جولائی ۷۱۱ء میں حملہ کر کے اندلس کو فتح کیا اور وہاں اسلامی حکومت قائم کی۔

حضرت طارق ابن زیادؒ نے مراکش سے اسپین پہنچنے کے لیے چار بڑی کشتیوں

کو استعمال کیا، اسپین میں جہاں آج کل ''جبل الطارق'' واقع ہے جس کا جدید نام جبرالٹر (Gibraltor) ہے، جو پوری دنیا میں مشہور ہے، یہ اصل لفظ ''جبلِ طارق'' سے بنا ہے۔

طارق بن زیادؒ کا خواب: فتحِ اندلس کی بشارت

روایت میں ہے کہ کشتی میں سوار ہونے کے بعد طارق بن زیادؒ کی آنکھ لگ گئی، خواب میں ان کو نبیٔ کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آں حضرت ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر اجلِّ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اسلحے سے مسلح ہو کر پانی پر چلتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، جب آپ ﷺ طارق بن زیادؒ کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

طارق! بڑھتے چلے جاؤ۔

یہ جملہ — جو در حقیقت حضور ﷺ کی طرف سے فتحِ اسپین کی بشارت تھی — ارشاد فرمانے کے بعد آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے مقدس رفقا آگے بڑھتے ہوئے اندلس میں داخل ہو گئے۔

جب حضرت طارق بن زیادؒ کی آنکھ کھلی تو بے حد مسرور اور خوش تھے؛ اس لیے کہ خواب میں ان کو فتح کی بشارت مل چکی تھی۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی: کشتیاں جلانا

جب اندلس کے ساحل پر اترے تو آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ

اپنی کشتیوں کو جلادیا؛ تاکہ:

(۱) اپنے ساتھیوں کے سامنے فرار کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔

(۲) اس ملک میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسلام زندہ ہو جائے۔

(۳) وہ ملک ان کے لیے قیامت تک کے لیے آرام گاہ بن جائے؛ یعنی اس ملک میں ان کی قبریں بنیں۔

(۴) اسلام کا پرچم لہراتا ہوا نظر آئے۔

کشتیوں کو جلانے میں آپ کے پیشِ نظر یہ مقاصد تھے۔

پھر اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ تاریخی خطبہ دیا:

اندلس کے ساحل پر طارق بن زیادؒ کا ولولہ انگیز خطاب

حمد وثنا کے بعد! میرے ساتھیو! تمھارے پیچھے سمندر ہے اور سامنے دشمن، جان بچانے کے راستے ختم ہو چکے ہیں؛ لہٰذا تمھارے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ تم خدا کے ساتھ کیے ہوئے عہد میں سچے اترو اور جرأت سے کام لو۔

یاد رکھو! اس جزیرے میں تم ان یتیموں سے زیادہ بے آسرا ہو جو کسی کنجوس کے دستر خوان پر بیٹھے ہوں، دشمن تمھارے مقابلے کے لیے اپنا پورا لاؤ لشکر لے کر آ گیا ہے اس کو ہر قسم کی سہولت حاصل ہے اور تمھارے لیے تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں، زیادہ وقت اگر یوں ہی گذر گیا اور تم کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور دلوں پر جو تمھارا رعب چھایا ہوا ہے وہ ختم ہو جائے گا؛ بلکہ دشمن کے دل میں جرأت وحوصلہ پیدا ہو جائے گا؛ لہٰذا انجامِ بد سے بچنے کے لیے ایک ہی طریقہ

ہےاور وہ یہ ہے کہ تم پوری ثابت قدمی اور دلیری سے اس سرکش وظالم بادشاہ کا مقابلہ کرو، اگر تم خود کو موت کے لیے تیار کرلو تو اس نادر موقع سے فائدہ اٹھانا ممکن ہے۔

یادرکھو! میں نے تمھیں کسی ایسے انجام سے نہیں ڈرایا جس سے میں خود بچا ہوا ہوں، نہ میں تمھیں کسی ایسے کام پر آمادہ کرر ہا ہوں جس سے تم نا آشنا ہو، میں ہر قدم پر تمھارے ساتھ ہوں؛ بلکہ دو قدم آگے ہوں۔

میرے بھائیو! اگر تم نے آج کی مشقت پر صبر کرلیا تو مدت تک لذت وراحت سے لطف اندوز ہوتے رہو گے، اللہ کی نصرت تمھارے ساتھ ہے، تم حق وانصاف کا علم بلند کرنے کے جذبے سے یہاں پہنچے ہو، تمھارا یہ عمل دنیا وآخرت میں تمھاری یادگار بنے گا اور تمھاری نسلیں تمھارے اوپر فخر کریں گی۔ (بشکریہ پندرہ روزہ آئینۂ دارالعلوم دیوبند ۲۴ر ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

طارق کی دعا

(اندلس کے میدانِ جنگ میں علامہ اقبالؒ کی ترجمانی)

یہ غازی، یہ تیرے پوراسرار بندے	جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا	سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو	عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن	نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے	قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے
کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا	خبر میں، نظر میں، اذانِ سحر میں

طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو	وہ سوز اس نے پایا ان ہی کے جگر میں
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو	ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کردے	وہ بجلی کہ تھی نعرۂ "لا تذر" میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کردے	نگاہِ مسلماں کو تلوار کردے!

جب طارق نے اندلس پر حملہ کیا تو وہاں کے حاکم نے بادشاہ "راڈرک" کو اطلاع دی کہ ایسے لوگوں نے حملہ کیا ہے جن کا نہ وطن معلوم ہے نہ یہ کہ وہ آسمان سے اترے ہیں یا زمین سے نکلے ہیں۔ (از کلیاتِ اقبال)

بہر حال! حضرت طارق بن زیادؒ کو فتح کی بشارت تو مل ہی چکی تھی، آہستہ آہستہ ایک کے بعد ایک فتوحات ہوتی رہی۔

اندلس کا پورا علاقہ آہستہ آہستہ فتح کرتے ہوئے یہ آگے بڑھتے چلے گئے اور اس ملک میں مکمل اسلامی حکومت بفضل اللہ! قائم ہوئی، جس کے تفصیلی احوال کتبِ سیر میں موجود ہیں۔

علامہ مقریؒ نے "نفح الطیب" میں بہت تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا ہے اور ابھی ابھی اردو زبان میں "خلافتِ اندلس" کے نام سے ایک کتاب چھپ چکی ہے جس کے مؤلف کا نام "نواب ذوالقدر جنگ بہادر" ہے۔

اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے سفرنامے میں بھی آپ اس کے کچھ حالات دیکھ سکتے ہیں۔

نوٹ: جبلِ طارق کے متعلق مزید تفصیل اپنے موقع پر آرہی ہے۔

لنڈن ائیر پورٹ سے غرناطہ (Granada) کی طرف

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے اس ملک کی حاضری کے اسباب مہیا کر دیے، انگلینڈ میں ہمارے خصوصی متعلقین میں سے ہمارے بارڈولی کے میرے رشتے کے ماموں زاد بھائی امتیاز بھائی گجیا کی طرف سے ہمارے سفر کا خرچ اور ہمارے برادرِ بزرگ وار مولانا محمد صاحب جو لیسٹر میں رہتے ہیں، انھوں نے ویزا کا انتظام کیا۔

افسوس اس سفر نامے کی اشاعت کے وقت وہ دنیا میں نہیں ہیں، مؤرخہ ۲ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ، مطابق 26 نومبر 2014ء کو ان کی وفات ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات جنت میں بلند فرمائے، آمین۔

اللہ کے فضل و کرم سے ہمارا یہ سفر شعبان کے دوسرے عشرے میں ہوا، لنڈن کے ایک چھوٹے سے ہوائی اڈے سنسیٹ (Stansted Airport) سے ہمارا ہوائی جہاز تھا، علی الصباح ہم ہوائی اڈے پر پہنچے۔

آج کل یورپی ملکوں میں بعض ہوائی جہاز کی کمپنیاں ایسی چلی ہیں کہ جس میں کھانے پینے کی سہولت نہیں ہوتی، سامان بھی ہم محدود لے جا سکتے ہیں؛ لیکن اس کے بدلے میں مسافروں کو بہت سستا ٹکٹ مل جاتا ہے، ایسی ہی ایک کمپنی ریان (Ryan) کا انتخاب کیا گیا تھا۔

رفقائے سفر

ماشاء اللہ! انگلینڈ سے دس احباب اور تیار ہو گئے تھے اور ہم دو تھے، کل بارہ

آدمیوں کی ایک مکمل جماعت تھی۔

اس میں دارالعلوم لیسٹر کے مہتمم: حضرت مولانا اسماعیل صاحب بھی شریک تھے اور ہمارے مرحوم بھائی کے ہم زلف: احمد منجان والے بھی، ان کو خصوصیت کے ساتھ ہم نے اس لیے تیار کیا تھا کہ وہ ایک مدت تک ''پناما'' رہ چکے تھے اور ہسپانوی زبان سے اچھے طور پر واقف تھے اور ہمیں یہ بات معلوم تھی کہ اسپین میں انگریزی زبان کا زیادہ رواج نہیں ہے۔

ہمارے لیے درسِ عبرت

یہ بھی ہمارے لیے ایک عبرت کی چیز ہے کہ یورپین ممالک اپنے اپنے ملک کی زبان اور تہذیب ہی سے محبت رکھتے ہیں، یورپ کے دیگر ممالک میں لوگ نہ تو انگریزی زبان بولتے ہیں اور نہ بولنا پسند کرتے ہیں؛ بلکہ یہ تعبیر بھی غلط نہ ہوگی کہ لوگ انگریزی زبان اور انگریزی تہذیب پر تھوکنے کے لیے بھی تیار نہیں، اتنے متنفر ہیں۔

یہ تو ہم ہی انگریزی کے دیوانے بنے ہوئے ہیں اور یہ طویل عرصے تک انگریزوں کی غلامی کے اثرات ہیں۔

بہر حال! اس بات کا ہمیں پتہ تھا؛ اس لیے ایک ساتھی ہسپانوی زبان بولنے والا ساتھ میں تیار کرلیا تھا۔

ریان ائیر لائن (RyanAir) کا ہوائی جہاز سینسیٹ ائیر پورٹ سے روانہ ہوا، تقریباً دو گھنٹے کی پرواز ہوئی اور یہ ہوائی جہاز غرناطہ جانے والا تھا۔

غرناطہ کا آج کل ہسپانوی زبان میں ''غرناڈا (Granada)'' نام ہے۔

زیتون کے درختوں کا خوب صورت منظر

جہاز اڑتا گیا اور جب غرناطہ ہوائی اڈے کے قریب پہنچا تو نیچے اترنے لگا، جیسے جیسے جہاز نیچے اتر رہا تھا؛ چوں کہ میں کھڑکی کے بالکل متصل تھا اور حضرت مفتی صاحب بازو والی سیٹ پر تھے، تو میں کھڑکی سے دیکھ رہا تھا کہ نیچے دور دراز تک بہت وسیع وعریض پھیلی ہوئی پہاڑیاں ہیں اور پہاڑیوں کے اوپر خوب صورت نقش ونگار ہیں، میں حیرت میں پڑ گیا۔

میں نے حضرت سے بھی کہا کہ: حضرت! یہ کھڑکی سے آپ دیکھیے! کتنے شان دار نقش ونگار دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں؛ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نقش ونگار کس چیز کے ہیں؟

پھر جب جہاز اور نیچے اترا تو ہم یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ یہ جو ہرے بھرے نقش ونگار تھے یہ کوئی اور چیز نہیں تھی؛ بلکہ ہزاروں ایکڑ میں پھیلی ہوئی زیتون کی باڑیاں تھیں اور اس کو اتنے منظم انداز میں اُگایا گیا تھا کہ ہوائی جہاز سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کوئی خوب صورت نقش ونگار (Design) ہے۔

غرناطہ ہوائی اڈے پر

ہوائی اڈے پر ہمارا ہوائی جہاز پہنچا، دس حضرات کی تو برٹش (British) پاسپورٹ تھی؛ اس لیے ان کی تو امیگریشن کی کوئی کارروائی نہیں ہوئی، میرا اور حضرت کا بہت معمولی امیگریشن ہوا اور پھر ہم لوگ باہر نکل آئے۔

یورپ کے ہوائی اڈوں کا نظام

یورپ کے اکثر ممالک میں بہت سالوں سے یہ نظام ہے کہ ہوائی اڈے پر اپنے ملک کے شہریوں کے لیے الگ لائن ہوتی ہے اور ساتھ ہی یورپ کے تمام ملکوں کے باشندوں کے لیے بھی خصوصی رعایت ہوتی ہے، ان کے لیے امیگریشن، کسٹم کے کاؤنٹر الگ ہوتے ہیں اور اب تو کئی ملکوں میں اپنے ملکوں کے شہریوں کے لیے فارم بھرنا، خانہ پری کرنا وغیرہ کارروائیاں بالکل ختم کردی گئی ہیں اور ایک خاص قسم کا کیمرہ (Camera) لگا ہوا ہوتا ہے، اس کے سامنے کھڑے ہو جائیے اور پاسپورٹ کھول کر اسکرین کے سامنے دکھلا دیجیے، ایک لائٹ ہوگی اور آگے بڑھنے کا گیٹ خود ہی کھل جائے گا۔

نتیجہ ارذل کے تابع

ایک مرتبہ پرتگال (Portugal) سے برطانیہ لوٹ رہے تھے، حضرت اقدس مفتی احمد صاحب اور بندے کے ساتھ ہمارے مخلص برطانیہ کے حاجی محمد بھائی بھانا ٹالوا والے جو مانچسٹر (Manchester) میں مقیم ہیں اور علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کے قریب کے لوگوں میں سے ہیں، وہ بھی اس سفر میں ہمارے ساتھ تھے، واپسی میں ائیر پورٹ پر ان کو یورپ والی لائن سے گذرنا تھا؛ چوں کہ ان کا پاسپورٹ برٹش تھا اور اس کی کارروائی کرنی نہیں ہوتی ہے، بس پاسپورٹ اسکرین کے سامنے دکھا کر گذر جانا ہوتا ہے؛ لیکن وہ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی خاطر ہمارے ساتھ ہی

رہےاور جس لائن سے ہم کو گذرنا تھا اس میں آگئے تو ان کو بھی ہماری ہی طرح فارم بھرنا، خانہ پری کرنا، مہر لگوانا یہ سب کارروائی کرنی پڑی، اس پر حضرت مدظلہ العالی نے لطافت کے انداز میں ارشاد فرمایا:

اس کو کہتے ہیں ''نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے''۔

ہندوستانی پاسپورٹ والوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے برٹش پاسپورٹ والوں کو بھی ہماری طرح کارروائی کرنی پڑی۔

جوس (Juice) کا واقعہ ہمارے لیے عبرت

غرناطہ ہوائی اڈے پر مجھے کچھ پیاس اور بھوک محسوس ہو رہی تھی، مجھے سنترے کا رس بہت ہی پسند ہے، ہوائی اڈے پر ہم اپنے ساتھیوں کے انتظار میں تھے جو پہلے سے بک کرائی ہوئی کار لینے کے لیے گئے ہوئے تھے، ائیر پورٹ پر ایک ریسٹورنٹ میں بہت سارے عمدہ، بڑی سائز کے سنترے رکھے ہوئے تھے، جس کو دیکھ کر دل میں جوس پینے کا خیال آیا۔

میں نے اس میں کھڑے ہوئے ایک گورے نوجوان سے انگریزی میں کئی مرتبہ کہا کہ: مجھے اس پھل کا رس چاہیے، میرے پاس پاؤنڈ اور یورو دونوں کرنسی تھی، وہ پیش کی؛ لیکن اس کے باوجود اس نے میری بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور سنی ان سنی کرتا رہا، پھر میں نے اس کو اشارے کے ساتھ انگریزی میں سمجھایا کہ: مجھے اس پھل کا رس مطلوب ہے، پھر بھی اس نے کوئی توجہ نہیں دی، کافی دیر کی کوششوں کے باوجود جب میں ناکام رہا تو میں نے واپس آکر بھائی احمد منجان والے سے کہا: بھائی! مجھے

سنترے کا رس چاہیے اور وہ ریسٹورنٹ والا میری بات سننے کے لیے تیار ہی نہیں۔

بھائی احمد نے جا کر اس کو اسپینی زبان میں ایک چھوٹا سا جملہ کہا، اس نے فوراً رس تیار کر کے پیش کر دیا، تب سمجھ میں آیا اور حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اان لوگوں کو اپنی مادری زبان سے بڑی محبت اور لگاؤ ہوتا ہے؛ اس لیے یہ اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری زبان کو بولنے کے لیے یا سمجھنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوتے، خاص کر انگریزی زبان سے بالقصد یہ بے تعلقی جیسا برتاؤ کرتے ہیں، تب احساس ہوا کہ ہم لوگ آج انگریزی زبان کے کیسے دیوانے ہیں اور ہمارے ملکوں میں ایسی جگہوں پر دکان تو کیا صفائی کرنے والوں کے لیے بھی انگریزی زبان شرط قرار دیتے ہیں، اس کے بغیر ان غریبوں کو ملازمت نہیں ملتی۔

ہندوستان سے سب سے پہلے چار مہینے کے لیے چین جانے والی تبلیغی جماعت کی کارگزاری جو اس جماعت کے امیر: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف صاحب ملیؒ نے لکھی ہے، اس میں ایک خاص بات کی طرف انھوں نے نشان دہی کی ہے کہ:

چینی لوگ اپنی مادری چینی زبان سے بے حد محبت کرتے ہیں، جاننے کے باوجود انگریزی زبان بولنے اور سمجھنے میں نہ جاننے والوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں۔

آج دنیا کے ملک ملک میں چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھی چائنا کے کھانے کے ریسٹورنٹ اور چائنا کی مصنوعات آپ کو ملے گی، جو قوم اپنی تہذیب اور زبان سے ایسی گہری وابستگی رکھے وہ ظاہر میں کیسی ترقی کر رہی ہے۔

ایک مرتبہ برازیل (Brazil) سے جوہانسبرگ (Johanesburg)

آتے ہوئے ہوائی جہاز میں قریب میں بیٹھے ہوئے ایک چینی خاندان کو بندہ محمود نے خود دیکھا کہ طویل ہوائی پرواز میں انھوں نے ہوائی جہاز کا کھانا بالکل نہیں کھایا؛ بلکہ چینی کھانا جو اُن کے ساتھ تھا، اس میں گرم پانی ملا کر وہ کھاتے رہے۔

چینیوں کی وطنی، لسانی، غذائی محبت قابلِ داد ہے۔

اللہ کرے! ہم مسلمان بھی ''نبوی عطایا'' سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

ہوٹل کی طرف

یورپی ملک میں ایک سہولت بہت اچھی ہے کہ کار کرائے پر ایسی ملتی ہے کہ ہم کو چابی سونپ دی جاتی ہے، ہم لے کر چلے جائیں اور واپسی پر جمع کرادیں، بارہ ساتھی کے حساب سے ایک بڑی اور ایک چھوٹی؛ ایسی دو کاریں ہم نے پہلے سے انٹرنیٹ کے ذریعہ بُک کروالی تھی اور غرناطہ شہر میں ایک ہوٹل بھی بک کروالیا تھا، ہمارے دو ساتھی: اس میں ایک ہمارے جامعہ کے فاضل مولوی عمران لنڈنی بھی تھے، انھوں نے ایک گاڑی سنبھال لی اور دوسری احمد بھائی نے اور ہم لوگ متعینہ ہوٹل جانے کے لیے روانہ ہوگئے۔ چار دن تک کھا سکیں اتنا کھانا ہم لنڈن سے ساتھ لے کر چلے تھے؛ چوں کہ ان ملکوں میں حلال غذاؤں کے بڑے مسائل ہیں؛ اس لیے مکمل چار دن کا کھانا ہم اپنے ساتھ لے کر چلے تھے۔

صرف ایک مسلمان کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں

غرناطہ شہر میں جب ہمارے قدم پڑے تو دل میں ایک عجیب وغریب احساس

تھا کہ:

اے خدا! یہ وہی سرزمین ہے کہ جہاں کے چپے چپے پر کسی زمانے میں مسلمانوں کے قدم اور مسلمانوں کے سجدوں کے نشان پڑا کرتے تھے!!

آج وہاں ہماری نگاہیں کسی ایک مسلمان کو دیکھنے کے لیے ترس رہی تھیں، دور دور تک ہم نے نظر کی، ایک مسلمان بھی نظر نہیں آتا تھا، جو ملک آٹھ سو سال تک ہمارا رہا اس کا یہ حال ہے۔

سفر کا پہلا دن: منگل

قَصْرُ الْحَمْرَاء (Al-Hambra) کی طرف

ہم ہوٹل پر پہنچے اور سامان وغیرہ درست (Set) کیا، اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کی، نماز ادا کرنے کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر – چوں کہ نقشے وغیرہ ساتھ لے کر چلے تھے تو – سب سے پہلے یہ طے ہوا کہ یہاں پر جو مشہور اور معروف عمارت "قصر الحمراء" ہے وہ سب سے پہلے ہم دیکھنے کے لیے چلیں۔

وہاں ایک اور طریقہ (System) بھی ہے کہ گاڑیوں میں ایک چھوٹا سا کمپیوٹر نما اسکرین لگا ہوتا ہے جس میں پورے یورپ کے محلہ محلہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر اور گھر گھر کے پتے (Address) جمع ہوتے ہیں، اس کا تعلق سیٹلائٹ (Satellite) سے ہوتا ہے، وہ اپنی گاڑی میں لگا دو اور جہاں جانا ہو وہ سیٹ کردو، وہ آپ کی رہبری کرے گا، ٹم ٹم (Tum Tum) کمپنی کا "راہ نما" ہمارے ساتھ تھا، ہم اس کو ساتھ لے کر چل رہے تھے اور اس کو ہم نے اشارہ دے دیا کہ "قصر الحمراء" جانا ہے، وہ برابر نشان دہی کرتے ہوئے ہم کو لے کر چل رہا تھا۔

اب تو ماشاء اللہ! یہ رہبر مشین ہمارے ملکوں میں بھی عام ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کی دَین: منظم راستے

بحمد اللہ! یورپ کے دوسرے ممالک کو دیکھنے کا موقع بھی ملا مثلاً: برطانیہ، فرانس، پرتگال، ہالینڈ؛ لیکن محلوں کا جو ایک نظم اور گلیوں کا ایک نظام اندلس اور اسپین

میں دیکھا وہ یورپ کے اور کسی ملک میں نہیں دیکھا، بالکل منظم راستے، منظم گلیاں اور منظم محلے، یہ ہماری اسلامی حکومت کی یادگاریں ہیں۔

بہر حال! جب ہماری گاڑی ''قصر الحمراء'' کے دروازے پر پہنچی تو عالی شان صدر دروازہ (Main Gate) جس پر عربی زبان میں ''الحمراء'' لکھا ہوا تھا، باقی سب چیزیں اسپینی زبان میں لکھی ہوئی تھی۔

کافی دیر تک ہم نے ٹکٹ کی کوشش کی، بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ آج ٹکٹ ملنا مشکل ہے، آئندہ کل آپ کو اس کا ٹکٹ ملے گا، سیاحوں کی آج کثرت ہیں، دنیا بھر سے لوگ اس کو دیکھنے آتے ہیں۔

جَنَّۃُ الْعَرِیف کی زیارت

الحمراء کا ایک حصہ وہ ہے جو باغ اور باغیچوں سے مزین ہے جس کا عربی نام ''جَنَّۃُ الْعَرِیف'' ہے اور آج کل اسپینی زبان میں اس کو (Generalife) کہتے ہیں، وہاں یورپ کی کرنسی یورو (Euro) استعمال ہوتی ہے، ہم پانچ یورو کا ٹکٹ خرید کر ''جَنَّۃُ الْعَرِیف'' میں داخل ہوئے۔

جَنَّۃُ الْعَرِیف کے خوب صورت مناظر

میں آپ سے بیان نہیں کرسکتا، یہ عالی شان باغ کئی پہاڑیوں کے اوپر پھیلا ہوا ہے، بنوامیہ نے اپنے دورِ حکومت میں اس چمن کو آباد کیا تھا، جگہ جگہ پر بیٹھنے کے لیے بہترین لکڑی کی بنی ہوئی کرسیاں ہیں، پہاڑیوں پر خوب صورت پھول اور عمدہ قسم کے

پتوں والے شان دار، عمدہ درخت اور پودے ہیں، عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں نے اس کو کیسے بنایا ہوگا!

اس باغ میں ہم مختلف جگہوں پر تفریح کرتے رہے اور اپنے شان دار ماضی کو یاد کرتے رہے۔

ٹھنڈے پانی کے چشمے

اسی دوران ہم نے اس چمن میں یہ دیکھا کہ جگہ جگہ پانی کے چشمے ہیں، اس میں بہترین اور بہت عمدہ ٹھنڈا پانی ہے۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید آنے والے سیاحوں کے لیے ٹھنڈے پانی کے کولر (Cooler) کہیں لگے ہوں گے، اس کا مستعمل پانی ان نالیوں میں آتا ہوگا؛ حالاں کہ وہ تو پورے باغ میں پھیلے ہوئے ٹھنڈے پانی کے بہترین چشمے تھے، اتنے میں نماز کا وقت ہوا، وضو کرنے کے لیے پانی کی ضرورت تھی؛ اس لیے اس پانی کے متعلق تحقیق بھی کرنی تھی۔

عجیب سیڑھیاں

ایک اور عجیب بات یہ دیکھی کہ اس باغ کے مختلف اونچے حصوں پر چڑھنے کے لیے جو سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں اور سیڑھی کے دونوں طرف سہارا دینے کے لیے جو سیڑھی کے دستے بنے ہوئے ہیں ان دستوں کی دیواروں پر بھی پانی جاری ہے، یہ نظارہ ہم نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھا۔

عجیب دل کو ہلا دینے والا جواب

چلتے چلتے ہم نے ہمارے بھائی احمد کے واسطے سے — جو وہاں پولیس سیکورِٹی (Security) والے کھڑے ہوئے تھے، ان میں سے — ایک افسر سے پوچھا کہ: یہ ٹھنڈا پانی کہاں سے آتا ہے؟

اس نے جو جواب دیا اس نے ہمارے دل کو ہلا دیا۔

اس اسپینی گورے افسر نے کہا کہ: یہ ٹھنڈا پانی کہاں سے آتا ہے، ہمیں کچھ معلوم نہیں، یہ تو تم لوگ جاری کر کے گئے تھے، آج تک ہمیں بھی پتہ نہیں چلا کہ اتنا ٹھنڈا اور اتنی وافر مقدار میں پانی کس طرح سے آتا ہے؟ پورے باغ میں اس کے مختلف چشمے پھیلے ہوئے ہیں۔

اس نے بہت عجیب وغریب لہجے میں یہ جواب دیا، بس! اس جواب سے ایک کرنٹ (Shock) سا لگا، اے اللہ! آپ نے مسلمانوں کو کیا عجیب وغریب ہنر دیا تھا!

خیر! ہم نے اسی پانی سے وضو کر کے نماز باجماعت ادا کی۔

اسلامی پرچم کی جگہ صلیب کا دل خراش منظر

جنۃ العریف کا نظارہ کرنے کے بعد قصر الحمراء کا وہ حصہ جو لشکری چھاؤنی کے طور پر استعمال ہوتا تھا، ہم اس طرف گئے، وہاں عالی شان اونچے اونچے قلعے ہیں، اس میں جو سب سے اوپر کا قلعہ — جہاں سے پورا غرناطہ شہر نظر آتا ہے وہ — سب سے اونچائی والی پہاڑی پر ہے، ہم وہاں پہنچے اور اس جگہ کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ:

جب ہماری اسلامی حکومت ختم ہوئی تھی اور آخری بادشاہ ابوعبداللہ نے ایک معاہدہ کر کے قصر الحمراء کی چابی چاندی کی ایک پلیٹ میں رکھ کر عیسائی بادشاہ کے حوالے کی تھی اور عیسائی بادشاہ نے قصر الحمراء پر قبضہ کرنے کے بعد قلعہ کے سب سے اوپر والے حصے پر — جہاں اسلامی پرچم ہوا میں لہراتا تھا — دنیا کو اپنا قبضہ دکھانے کے لیے چند پادریوں کو وہاں بھیجا تھا اور ہمارا پرچم وہاں سے ہٹا کر صلیب لٹکائی تھی۔

اس دل خراش منظر کو دیکھتے ہی ہم میں سے ہر ایک کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

قلعے کی سب سے اوپر والی جگہ پر نماز باجماعت پڑھنے کی سعادت

ہم وہاں پہنچے، میرا وضو تھا، مولوی عمران لنڈنی کا بھی وضو تھا تو میں نے کہا کہ: مولوی عمران! دیکھو یہ جگہ صدیوں سے ترس رہی ہے، یہاں نہ کسی نے اذان دی اور نہ نماز پڑھی؛ حالاں کہ کسی دور میں ہمارا مرکز تھا، چلو! آپ اذان دو، میری بھی عصر کی نماز باقی ہے، آپ کی بھی باقی ہے۔

میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پرس تھا، جس میں ایک چھوٹا سا مصلیٰ تھا، میں نے کہا: اور کیا ہوگا کہ سیکورٹی والے آئیں گے اور ٹوکیں گے، ہم تو مسافر (Tourist) لوگ ہیں، گرفتار تو کریں گے نہیں ان شاء اللہ! آپ اذان دو، ہم دونوں باجماعت یہاں پر نماز پڑھتے ہیں۔

الحمدللہ! ہم نے قلعے کے سب سے اوپر کے حصے میں جہاں عیسائیوں نے فتح کے بعد سب سے پہلے اپنی صلیب لگائی تھی وہاں عصر کی نماز باجماعت ادا کی اور اللہ

تعالیٰ سے دعا مانگی کہ: اے اللہ! اس عمارت کو دوبارہ تیرے نام سے آباد و معمور فرما دیجیے۔

دین کی محنت نہ ہونے کا نتیجہ

جب ہم نے وہاں نماز پڑھی تو اس جگہ پر حیرت کی بات یہ دیکھی کہ بہت سے جوان لڑکے لڑکیاں، نیم عریاں، عیسائیوں کے لباس پہنے ہوئے ہیں، ان میں سے بعض لوگوں نے ہم سے سلام کیا۔

ہم حیرت میں رہ گئے کہ یہ خالص عیسائی شکل وصورت والے ہم سے سلام کر رہے ہیں، پھر ان سے گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ نسلاً ہمارے عرب مسلمان بھائی تھے؛ لیکن آج دین کی محنت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ظاہری شکل ایسی ہوگئی کہ ہمارا ان کو مسلمان کے طور پر پہچاننا ہی مشکل تھا، انھوں نے اپنا تعارف کروایا، اپنا نام بتایا، انگریزی میں وہ گفتگو کررہے تھے۔

ایک عبرت ناک واقعہ

اس موقع پر ماہ نامہ ''اشرف الجرائد'' کے اداریہ سے ایک عبرت ناک واقعہ نقل کررہا ہوں:

یہ عاجز (مدیر) زمانۂ اسارت میں جو کتابیں مل جاتیں ان کا مطالعہ کرلیا کرتا تھا،سقوطِ اندلس کی تاریخ پڑھتے ہوئے بعض واقعات نے بہت زیادہ متأثر کیا تھا، ایک عبرت ناک واقعہ آپ پڑھ بھی لیجیے اور دیکھیے کہ اگر سلاطینِ اسلام اپنا طرزِ عمل

تبدیل نہیں کرتے ہیں تو تاریخ اپنے آپ کو کس طرح دہراتی ہے، میں جب عالمِ اسلام کے ماضی کو دیکھتا ہوں تو اشکبار ہوجاتا ہوں، مستقبل کو سوچتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، مایوسی تو کفر ہے، بس! کسی مردِ غیب کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں، عَسٰی أَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلاً۔

سلطانِ اندلس ابوعبداللہ کا ایک مقولہ: اہلِ غرناطہ کی بدقسمتی یہ ہے کہ میرے سب کام ادھورے ہوتے ہیں اور میری بدقسمتی یہ ہے کہ میرے وزیر کا کوئی بھی کام ادھورا نہیں ہوتا۔

یہ بات ابوعبداللہ نے اس وقت کہی تھی جب کہ اس کے وزیر ابوالقاسم نے انگریز فاتح کی جانب سے قصر الحمراء (اندلس کا نادرو بے مثال شاہی محل) کے تخلیہ کا آرڈر پہنچایا تھا اور ابوالقاسم خود بھی انگریز فاتح سے ملا ہوا تھا۔

جب اس کے وزیر نے مسٹر فرڈی ننڈ (Ferdinand) کا یہ تحریری حکم پہنچایا کہ دو دن کے اندر ''الحمراء'' خالی کر کے ''اُلفُجَارَۃ'' منتقل ہوجاؤ تو وہ محل کے اپنے حجرے میں جا کر رونے لگا، اس کی ماں عائشہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے سر پر اپنے دونوں ہاتھ تسلی کے لیے رکھ دیے، پھر دونوں کے درمیان یہ گفتگو ہوئی:

بادشاہ: ماں! میں نے اپنا سر ایک اژدھے کے منہ میں دے دیا ہے۔

ماں: تم اپنا اور پوری قوم کا سر اس دن اژدھے کے منہ میں دے چکے تھے جب تمھیں بادشاہ بننے کا شوق ہوا تھا، تم نے اپنے باپ سے غداری کی تھی۔

بادشاہ: فرڈی ننڈ کا حکم آیا ہے کہ اب ہم اس محل میں نہیں رہ سکتے۔

ماں: مجھے سب معلوم ہے، کوئی بات غیر متوقع نہیں ہو رہی ہے۔

بادشاہ: امی! اب میں کیا کروں؟

ماں: یہ سوال اس وقت کرنے کا تھا جب تم کچھ کر سکتے تھے، اب ماں کے مشورہ کا کوئی فائدہ نہیں، اندلس کی تاریخ کا سب سے منحوس دن وہ تھا جس میں تمھیں حکمراں بننے کا خیال آیا تھا۔

بادشاہ: نہیں اماں! اس سے منحوس دن وہ تھا جس دن میں پیدا ہوا تھا، آپ نے اسی وقت میرا گلا گھونٹ دیا ہوتا۔

ماں: مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ایک سانپ جنم دیا تھا، تم مجھے اس کا مجرم کہہ سکتے ہو؛ لیکن میں ماں تھی اور ایک ماں کا ہاتھ اولاد کا گلا گھونٹنے کے لیے نہیں ہوتا، اس کی پرورش کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

بادشاہ: آپ دعا کریں کہ :الحمراء چھوڑنے سے پہلے مرجاؤں۔

ماں: اب موت کی تمنا سے تمھارے ضمیر کا بوجھ ہلکا نہ ہو سکے گا، اب یہی کارنامہ ہے کہ ''الحمراء'' خالی کرنے کی فکر کرو۔

بادشاہ: کیا ہم ''الفجارۃ'' میں خوش رہ سکیں گے۔

ماں: ہرگز نہیں! مجھے معلوم ہے کہ ہمیں وہاں بھی نہیں رہنے دیا جائے گا، یہ مراکش کے راستے کی ایک منزل ہے، اب وطن کی یہ سرزمین ہمیں قبر کی جگہ بھی نہ دے گی۔

بادشاہ: میں نے ابھی تک ''الحمراء'' چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ قوم کے سامنے جا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے معافی مانگ لوں اور

بتاؤں کہ اصل میں میرے وزیر ابوالقاسم نے مجھے دھوکا دیا، اس صورتِ حال کا وہی ذمے دار ہے۔

ماں: تم بار بار قوم کو دھوکا نہیں دے سکتے، اب تم ان کے سامنے جاؤ گے تو وہ تمھاری بوٹیاں نوچ دیں گے، وہ تم سے ان بے گناہوں کا حساب پوچھیں گے جنھیں تم نے بھیڑ بکریوں کی طرح دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے، تم پورے ملک کی تباہی کے ذمے دار ہو، تمھارے ہاتھ حامد بن زہرہ (اندلس کے بہت بڑے عالم خطیب اور مجاہد) جیسے پاک بازوں کے خون میں رنگے ہوئے ہیں، اب تم قوم کے حق میں مر چکے ہو، تمھاری موت تمھیں زندہ نہیں کر سکتی۔

بادشاہ: اگر آپ اجازت دیں تو میں ابوالقاسم کو قتل کر دینے کے لیے تیار ہوں۔

ماں: بیٹا! تم نے پورے اندلس کو غداروں سے بھر دیا ہے، ایک غدار کو مار کر کیا ملے گا؟

بادشاہ: مجھے غرناطہ کا ہر آدمی غدار دکھائی دیتا ہے۔

ماں: یہ تمھاری کھیتی کا پھل ہے، تم نے باپ سے غداری کر کے اس ملک کی زمین میں غداری کا بیج بویا تھا، اب تمھاری کھیتی پک کر تیار ہو چکی ہے۔

بادشاہ: امی! مجھے طعنہ مت دیجیے۔

ماں: میں تجھے زیادہ دنوں تک طعنے نہیں دے سکتی؛ لیکن اندلس کی مائیں قیامت تک تجھ پر لعنت بھیجتی رہیں گی۔

بادشاہ: مجھے یقین نہیں آتا کہ میں الحمراء سے نکال دیا جاؤں گا، یہ خواب سا

لگتا ہے۔

ماں: خواب کا زمانہ گذر چکا ہے، اب تمھیں خوابوں کی تعبیریں دیکھنی ہیں۔

بادشاہ: امی! ہمارے بعد ’’قصر الحمراء‘‘ میں کون رہے گا؟

ماں: تمھارے بعد اس محل کے مالک وہ ہوں گے جن سے تم نے اپنی قوم کی آبرو کا سودا کیا ہے۔

کہتے ہیں: ابو عبد اللہ نے غرناطہ سے تخلیہ کر کے ’’الفجارۃ‘‘ جاتے ہوئے پہاڑوں کی بلندی سے اپنے عالی شان محلات کی طرف دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

یہ دیکھ کر اس کی ماں نے کہا: بیٹا! جب مَردوں کی طرح دشمن سے لڑنے کا وقت تھا تو بزدل بن کے محل میں چھپ گیا تھا، اب عورتوں کی طرح رونے کا کیا فائدہ؟

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں دیکھو!	ہر تغیر سے آتی ہے صدا فَافْهَمْ فَافْهَمْ!

نوٹ: آج جب کہ عالمِ عرب کے پرتعیش اور موج کی زندگی گزارنے والے سلاطین یہود و نصاریٰ کے دعوؤں اور وعدوں پر اعتماد کر کے اپنے وفاداروں کو غدار اور غداروں کو وفادار سمجھنے کے سنگین جرم میں مبتلا ہیں، ماضی کے اس واقعے میں ان سلاطین کے انجام کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ خدا کرے ایسا نہ ہو!!! (بہ شکریہ: از اداریہ ماہ نامہ اشرف الجرائد، فروری ۲۰۱۵ء)

ستر ہزار (70000) دین دار مسلمانوں کی شہادت والی جگہ

پھر ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے قلعے کے بالائی حصہ سے نیچے آئے اور

قصر الحمراء کا اندرونی حصہ جو شاہانِ اسپین کی رہائش گاہ تھی اس کے لیے تو ٹکٹ آئندہ کل ملنا تھا؛ اس لیے ہم لوگ وہاں سے واپس لوٹے اور اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر چلے، ایک چوراہے پر ہمیں پہنچنا تھا، جس چوراہے کے لیے تاریخ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اسپین کی مشہور ''ملکہ ازابیلا'' (Queen Azabela) نے ایک منت مانی تھی اور جب سقوطِ اندلس ہوا اور اسلامی حکومت ختم ہوئی تو اس نے اپنی اس منت کی تکمیل کے لیے اس چوراہے پر ستر ہزار دین دار مسلمانوں کو بیک وقت شہید کیا تھا، اس چوراہے کو دیکھنے کے لیے ہم لوگ پہنچے۔

یہاں پانی کے فوارے اڑ رہے تھے اور پتھروں سے بچھا ہوا ایک صحن ہے، چاروں طرف بڑی اونچی عمارتیں ہیں، بیچ میں وہ جگہ ہے جہاں رانی ازابیلا نے اپنی منت پوری کرنے کے لیے بیک وقت ستر ہزار مسلمانوں کو شہید کیا تھا، وہ جگہ ہم نے دیکھی، وہاں کچھ عرب مراکشی کی دکانیں دیکھیں، جہاں کچھ مسلمان انداز کے کپڑے ملتے تھے اور کچھ عرب بھائی مل گئے، ان سے عربی میں سلام وکلام ہوا۔

غرناطہ کا مشہور مدرسہ

پھر ہم تھوڑے آگے بڑھے اور غرناطہ کا مشہور مدرسہ — جہاں پر بڑے بڑے محدثین، مفسرین اور فقہا پیدا ہوئے تھے اس — کی تلاش میں نکلے، ایک جگہ اسپینی زبان کا ایک بورڈ ''المدرزا'' (AL Madraza) دیکھا، یہ ''المدرسہ'' (AL Madarasa) کی بگڑی ہوئی شکل ہے، ہمیں یقین ہو گیا کہ جہاں کسی زمانے میں دار العلوم قائم تھا اس کے صدر گیٹ پر ہم پہنچ گئے۔

وہاں بہت سی قرآن کی آیتیں سنگِ مرمر پر نقش کی ہوئی تھیں اور کھجور کا درخت اور چاند، ستارہ یعنی کچھ اسلامی آثار معلوم ہوتے تھے، یہ بہت عالی شان عمارت تھی جس میں سینکڑوں حجرے تھے، اس وقت اس میں غرناطہ کی سب سے بڑی یونیورسٹی (University) قائم ہے، ہم حیرت کی نگاہوں سے ان مناظر کو دیکھتے رہے اور دیکھنے کے بعد آگے بڑھے۔

عالی شان مساجد جن کو چرچوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے

اسی دوران اور بھی مساجد دیکھنے کا اتفاق ہوا جو اسلامی حکومت میں مساجد تھیں؛ لیکن آج ان تمام مسجدوں کو چرچ میں تبدیل کر دیا گیا ہے، مسجد ہونے کی علامت کیا ہے؟ محراب و منبر اور مسجد کے منارے۔

اور دل کو رُلانے والی بات تو یہ تھی کہ مسجد کے میناروں کے اوپر صلیبیں لگی ہوئی ہیں، ہر جگہ قران کی آیات منقش ہیں، منبر پر صلیب لگی ہوئی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے فرضی مجسمے لگے ہوئے ہیں اور مسجدوں کو چرچ میں تبدیل کر دیا گیا ہے، یہ سب دل خراش مناظر ہم دیکھتے رہے۔

یہ جس "المدرسہ" کا میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا، اس میں آگے چل کر ایک بڑا وسیع میدان ہے، وہ میدان ہماری حکومت میں ایک بڑا قبرستان تھا۔

قبلہ رخ ہڈیوں کے ڈھانچے

ہمارے رفقائے سفر میں میرے رشتے کے ماموزاد بھائی: الحاج امتیاز محمد گجیا

صاحب بھی تھے، وہ حضرت مفتی ابراہیم صاحب گجیا، ناظم: دارالاحسان بارڈولی کے حقیقی بھائی ہیں اور ہمارے مفتی صاحب ان کو ''مجذوب صاحب'' کے لقب سے یاد فرماتے ہیں، اس سے پہلے بھی ان کا اسپین کا سفر ہوا تھا، وہ اپنے پہلے سفر کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے تھے کہ:

اس یونیورسٹی میں ایک میدان تھا جس میں بہت ساری کھلی ہوئی قبریں میں نے خود دیکھی ہے، اس میں انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے تھے اور وہ ڈھانچے قبلہ رخ تھے، اس سے یقین ہوا کہ یہ مسلمانوں کی قبریں ہیں اور ان کو قبلہ رخ دفن کیا گیا ہوگا، آج تک ان کے ڈھانچے قبلہ رخ نظر آتے ہیں اور پتہ نہیں اس قبرستان میں کونسے ولی، کونسے محدث کی قبریں ہوں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

جب ہمارا یہ سفر ہوا تو ہم اس قبرستان میں نہیں جا سکے تھے اور بتایا گیا کہ اب وہ قبریں وغیرہ سب ختم کردی گئی ہیں۔

جامعِ غرناطہ

اسی شہر غرناطہ کی جو جامع مسجد ہے جو ''جامعِ غرناطہ'' کہلاتی ہے، اسی جامع غرناطہ کی مسجد کے صحن میں ملکہ ''ازابیلا'' اور ملک ''فرڈی ننڈ'' (Ferdinand) جس کے ہاتھ میں ابوعبداللہ نے قصر الحمراء کی چابی سونپی تھی، ان دونوں کی قبریں بنائی گئی ہیں اور یہ اپنی فتح کے غرور کی نشانی کے طور پر کہ ہم یہاں فاتح بن کر آئے ہیں۔

ایک مراکشی عرب سے ملاقات

مغرب کا وقت قریب تھا، ہم لوگ غرناطہ کی گلیوں میں پیدل چل رہے تھے،

ایک عجیب منظر لگ رہا تھا کہ جتنے ہم تھے صرف وہی اسلامی لباس میں تھے اور باقی عام لوگ عیسائی لباس میں، آگے چلتے چلتے ایک جگہ آئی جہاں بہت ساری ہوٹلیں تھیں؛ چوں کہ میں سنترے کے جوس کا بڑا شوقین ہوں تو میں تلاش کر رہا تھا کہ کوئی ہوٹل مل جائے جہاں میں سنترے کا جوس پی لوں تو ایک ہوٹل پر ہم پہنچے، وہاں ایک نوجوان نے ہم سے سلام کیا، میں حیرت میں پڑ گیا کہ کون ہم کو سلام کر رہا ہے؟

میں نے اس سے پوچھا کہ ما اسمک الکریم؟

اس نے اپنا تعارف کرایا۔ وہ ایک مراکشی عرب تھا اور بھی وہاں کچھ شام، فلسطین اور مصر کے عرب نوجوانوں سے ملاقات ہوئی، جن کو ظاہری طور پر ہم پہچان نہیں سکتے کہ یہ مسلمان ہیں، وہ شراب کی دکانیں چلا رہے تھے یا شراب اور جوس کی مشترکہ دکانیں لے کر بیٹھے ہوئے تھے، یا اس طرح کی دکانوں میں ملازمت کر رہے تھے۔

ہم نے ان سے پوچھا کہ: یہاں کوئی نماز کی جگہ ہے؟

ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب انھوں نے کہا کہ: آپ یہاں پیچھے چلے جائیں، ابھی ابھی الحمدللہ! ایک نئی مسجد قائم ہوئی ہے۔

مغرب کی نماز کے لیے مسجد میں اور امام کا حال

ہم گلیوں سے گذرتے ہوئے، پوچھتے پوچھتے ایک مسجد پر پہنچے، مغرب کا وقت قریب تھا، اذان ہونے والی تھی، ہم اوپر والے حصے میں پہنچے، امام صاحب کا ہم انتظار کر رہے تھے، شرٹ اور کوٹ میں ملبوس ایک صاحب آئے اور انھوں نے اپنے اوپر ایک عربی جبہ ڈال دیا اور مصلے پر کھڑے ہو گئے، ڈاڑھی بھی ان کی نہ ہونے کے برابر

تھی، کچھ تھی کچھ نہیں تھی۔

مغرب کی نماز امام نافعؒ کی قرأت میں

جب انھوں نماز شروع کی تو پتا چلا کہ وہ مالکی المسلک ہے، نماز میں ارسال کر رہے تھے؛ چوں کہ مراکش اور مغرب میں امام نافعؒ کی قرأت کا عام رواج ہے تو انھوں نے بے تکلف مغرب کی نماز امام نافعؒ کی قرأت میں پڑھائی، نماز کے بعد اور بھی بہت سے مصلی حضرات سے ملاقات ہوئی، کچھ خیر خیریت اور کچھ مذاکرہ کا موقع ملا۔

ہوٹل پر واپسی، کھانا اور آرام

پھر ہم وہاں سے نکل کر اپنی ہوٹل کی طرف پہنچے اور جا کر ہم نے ہوٹل میں قیام کیا، یہ منگل کا دن تھا جو ہمارے سفرِ اسپین کا پہلا دن تھا، اس دن یہ چند عبرت کی چیزیں دیکھیں اور ہم رات کو عافیت کے ساتھ اپنی ہوٹل میں پہنچ گئے، کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر آئندہ کل کا کیا نظام ہے اس کا مشورہ ہوا اور پھر آرام کرنے کے لیے اپنے اپنے حجروں میں پہنچے۔

سفر کا دوسرا دن: بدھ

دوبارہ قَصرُ الْحَمرَاء کی طرف

رہبروں نے یہ بتایا تھا کہ: آپ کو اگر قصر الحمراء دیکھنا ہے تو آئندہ کل علی الصباح آنا ہوگا؛ اس لیے ہم نے وہاں کے وقت کے اعتبار سے صبح صادق ہوتے ہی صبح کی نماز اپنے کمروں میں ادا کی اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر قصر الحمراء جانے کے لیے روانہ ہو گئے۔

ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ اتنی صبح جب کہ شہر میں تاریکی تھی، کون پہنچا ہوگا؟ ہم ہی آج پہلے اس کے گیٹ پر پہنچیں گے؛ لیکن جب ہم قصر الحمراء پر پہنچے ہیں تو حیرت میں پڑ گئے کہ جہاں ٹکٹ کی کھڑکی ہے وہاں ہمارا نمبر سو سے اوپر تھا اور ہمارے آگے سو سے زیادہ عیسائی جوان لڑکے، لڑکیاں ٹکٹ کھڑکی کھلنے کے انتظار میں لائن میں کھڑے تھے، اس وقت ہمارے دل میں یہ جذبات تھے کہ:

اے اللہ! مسلمانوں نے اس سرزمین پر کیسے کیسے نقشے اور تعمیرات کی مثالیں قائم کیں کہ آج یورپ کے انگریز اس کو دیکھنے کے لیے علی الصباح اپنی نیند کو قربان کر کے یہاں قطاروں میں آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یہ ہمارے لیے بڑی عبرت کی بات ہے؛ حالاں کہ ابھی کھڑکی کھلنے میں تین گھنٹے باقی تھے، تقریباً آٹھ یا پونے آٹھ بجے کا وقت ہوا اور کھڑکی کھلی، وہاں تک تو ٹکٹ خریدنے والوں کی قطار معلوم نہیں کہاں تک لمبی ہو چکی تھی، جب کھڑکی کھلی تو ہم نے ٹکٹ خریدا اور ہم لوگ قصر الحمراء میں داخل ہوئے۔

قصر الحمراء میں

یہ قصر الحمراء مسلمان حکمرانوں نے اپنے دورِ حکومت میں قلعہ اور شاہی محل کی نیت سے تعمیر کروایا تھا:

اس میں عجیب وغریب خوب صورت سفید سنگِ مرمر سے بنی ہوئی عمارتیں ہیں۔ پانی کے حوض ہیں۔

ہر ایک لیے الگ الگ حجرے اور کمرے ہیں۔

اور ہمارے لیے سب سے زیادہ تڑپانے والی چیز ان محلوں میں ویران مساجد تھیں۔

دیواروں پر جابجا ''لا غالب الا اللّٰہ، لا غالب الا اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا؛ چوں کہ یہ بنوامیہ کا ایک شناختی، علامتی نشان بن گیا تھا؛ اس لیے سب جگہ یہی لکھا ہوا تھا۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی فرمانے لگے کہ: بالکل صحیح ہے کہ جب ہم نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا غلبہ دکھا دیا۔

اس میں ہر جگہ پر ''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ'' کے مناظر دیکھے۔

کتنی عالی شان یہ عمارتیں کہ آج ساڑھے پانچ سو سال تو ہماری حکومت کے خاتمے کو ہو چکے، اس کے باوجود ان عمارتوں کا حسن ایسا ہے جیسا کہ ابھی یہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں تو پھر اُس دور میں ان کا حسن کیسا ہوگا! سوچنے کی چیز ہے۔

محل بھی اتنے شان دار بنے ہوئے ہیں کہ محل میں بیٹھے بیٹھے بادشاہ پورے شہر کو دیکھ لیا کرتے تھے، دور دور تک ان کی نظریں پہنچ جایا کرتی تھیں، محل کے اندر خوش نما

عمدہ عمدہ محرابیں ہیں، پانی کے حوض بنے ہوئے ہیں، بادشاہ جہاں بیٹھتے تھے، اس کے علاوہ بادشاہ کے سونے کے کمرے اور خوب صورت باغیچے ہیں اور ہر جگہ پر تعمیر کے عجیب وغریب انوکھے اور عمدہ نمونے ہیں۔

ہم بڑی حسرت سے محل کو دیکھتے رہے، تقریباً ڈھائی تین گھنٹے کا وقت ہمارا صرف ہوا اور پھر روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اور دل میں حسرت لے کر اس محل سے رخصت ہوئے، اگر اس کو ہم تفصیل سے دیکھتے تو شاید ہمارا پورا دن خرچ ہو جاتا؛ لیکن آگے کا سفر بھی تھا؛ اس لیے اسی پر ہم نے اکتفا کیا اور ہم قصر الحمراء سے نکل کر باہر آئے۔

قصر الحمراء کے عجیب فوارے

قصر الحمراء میں عجیب وغریب قسم کے فوارے ہیں، اس میں سے ہر وقت پانی اڑتا رہتا ہے اور بہت ہی خوش نما منظر معلوم ہوتا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان فواروں میں کوئی مشین لگی ہوئی نہیں ہے؛ بلکہ اس کو اسلامی حکومت کے دور سے ایک خاص ایجاد کے نتیجے میں بنایا گیا، جس سے ساری دنیا آج تک حیرت زدہ ہے اور ان فواروں کی بنیاد ہے ’’(Gravitational Force)‘‘ جس کو گجراتی زبان میں (gi#r#tviikoi}Ni biL کہتے ہیں اور اردو زبان میں کششِ ثقل کہتے ہیں۔

زمین میں اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر ایک جاذبیت رکھی ہے، اس کے نتیجے میں چیزیں اوپر سے نیچے کے طرف آتی ہیں، اس قدرتی زمینی جاذبیت کو خاص انداز میں کام میں لاکر فوارے ایجاد کیے گئے ہیں، جس سے مسلسل پانی اڑتا رہتا ہے، یہ مسلمانوں کی ایجاد کا عجیب کرشمہ ہے۔

دنیا کے بعض مقامات پر یہ قدرتی جاذبیت نہیں ہے، جس کی وجہ سے پہاڑوں پر نیچے سے اوپر کی طرف گاڑیاں بغیر چالو کیے ہوئے چلتی ہیں، جیسے ''کینیا'' کے بعض پہاڑوں میں اس عجیب قدرتی نظارے کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

بندہ نے ''کینیا'' کے سفر کے وقت اس کی معلومات حاصل کی تھی اور ایک اخبار کے مضمون میں بھی اس کی تفصیل پڑھنے کا موقع ملا تھا:

فتبارک اللہ احسن الخالقین (النور)

ہوائی جہاز اور مسلمان

قُرطُبہ شہر میں ایک نامور شخص گزرے ہیں، جن کا نام ''شیخ عباس بن فرناس بن ورداس بن التکورینی'' ہے، جن کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے، ان کی ولادت ۸۱۰ء میں ہوئی ہے اور ۸۸۷ء میں وفات ہوئی ہے، ان کے متعلق تاریخ میں بتایا جاتا ہے کہ: یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے مختلف پرندوں کی جسمانی ساخت اور ان کی اڑان کے انداز پر غور وخوض کیا اور ہوائی جہاز کا ڈیزائن (Design) تیار کیا اور ان ہی کے اس ڈیزائن کو اہلِ دنیا نے آگے بڑھایا، موجودہ ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر کی بنیاد اصل ان ہی کی ڈیزائن ہے۔

''لیونا ردو داوینس'' (Leonardo-Da-Vinci) نے جو ہوا میں اڑان کے ڈیزائن تیار کیے، وہ سب اصل ''شیخ عباس بن فرناس'' کی بنائی ہوئی ڈیزائن پر مبنی ہے، آج ہوائی تفریحات کا ایک اہم حصہ گلائڈرس (Gliders) ہے، وہ بھی ''شیخ عباس'' کے تیار کیے ہوئے نقشے سے ہے۔

قُرطُبہ کی طرف

غرناطہ شہر سے ہم روانہ ہوئے، ہماری آگے کی منزل ''قرطبہ'' تھی، جس کو آج کل اسپینی زبان میں ''کوردوبا' (Cordoba) کہتے ہیں۔

ہماری گجراتی زبان میں ''دوبا (ڈوبا)'' کمزور جسم، کمزور ذہنیت والے انسان کو کہتے ہیں۔ قرطبہ کے اس وقت کے اسپینی تلفظ پر ایک موقع پر حضرت مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا:

اس شہر سے اچھے اور قابل لوگ چلے گئے اور ''ڈوبا'' رہ گئے۔

قرطبہ کے راستے کا خوش نما منظر اور انجیر کے باغات

غرناطہ سے جب روانہ ہوئے تو پورے راستے پر دونوں طرف سفید رنگ کی مٹی تھی، جو اس ملک کی ایک انوکھی چیز کہنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ کہنا چاہیے، جو حسن کو بڑھا رہا تھا۔

اس سفید زمین پر دور دور تک عالی شان باغ تھے اور یہ باغ کس چیز کے تھے؟ زیتون، سنترہ، انجیر کے۔ انجیر کا موسم چل رہا تھا، کثرت سے انجیر وہاں لگے ہوئے تھے۔

کھاؤ! یہ تو ہمارے باپ داداؤں کا لگایا ہوا ہے

چوں کہ ہم ہندوستانی مزاج کے لوگ ہیں؛ اس لیے بیر اور املی کے درخت جو عام سرکاری زمینوں میں قدرتی اگے ہوئے ہوتے ہیں اس پر پتھر مار کر بیر اور املی کے پھل

گرا کر کھانے کی عادت ہے تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ: یہ انجیر کھانے چاہیے۔

حضرت نے کہا کہ: دیکھو! وہ سیکورِٹی والے آپ کو چھیڑے نہیں اس کا لحاظ رکھنا۔

میں نے ہمارے بھائی امتیاز کو کہا کہ: ہمیں انجیر تو کھانے ہی کھانے ہیں، میری زبان سے ایک جملہ نکل گیا کہ: یہ تو ہمارے باپ داداؤں کا لگایا ہوا ہے، کھاؤ، یہ ہماری میراث ہے، کوئی ہمیں نہیں روک سکتا''۔

ہم نے اس کو توڑا اور کھانا شروع کیا، بہترین، قسم قسم کے انجیر، کچھ پکے ہوئے، کچھ کچے، ہم نے خوب کھائے، پھر تو اسپین میں چاروں روز انجیر ہی انجیر کھائے اور پھر تو ہر جگہ یہ جملہ عام ہو گیا کہ:

''ہمارے باپ دادا کا لگایا ہوا ہے''، یہ کہتے تھے، گراتے تھے اور کھاتے تھے۔

ہم شہر قرطبہ جانے کے لیے روانہ ہوئے، ڈھائی تین گھنٹے کا ہمارا یہ سفر رہا، بہت ہی عمدہ اور پختہ سڑکیں اور گاڑیاں بھی تقریباً ڈیڑھ سو دو سو کی رفتار سے چل رہی تھیں، بہت آسانی سے ہمارا یہ سفر طے ہوا، مولوی عمران لنڈنی — جو ہمارے جامعہ کے فاضل ہیں — ہمارے ساتھ تھے اور وہ گاڑی چلا رہے تھے۔

بڑی روانی سے ہمارا یہ قافلہ رواں دواں تھا، راستے میں کئی شہروں سے ہمارا گذر ہوا، ان شہروں میں بھی اکثر جگہ پہاڑیوں پر چرچ نظر آئے، ان چرچوں کی شکل یقینا مسجد والی تھی، اس سے ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ کسی زمانے میں مسجد رہی ہو گی جس کو چرچ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

جامعِ قرطبہ

بالآخر! ہم قرطبہ پہنچے اور قرطبہ پہنچنے کے بعد ایک جگہ گاڑی پارک کی اور پھر جامعِ قرطبہ کے دروازے پر پہنچے، جامعِ قرطبہ پہنچنے کے بعد جب ہم ٹکٹ خریدنے کے لیے گئے تو ہماری شکل دیکھ کر ہی ہمیں یہ کہہ دیا گیا تھا کہ: آپ نماز پڑھنے کی کوشش بھی نہ کریں۔ بہت سخت ہمیں تاکید کردی گئی۔

جامعِ قرطبہ کا حال

بہرحال! ٹکٹ خریدنے کے بعد ہمیں تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا، پھر جامعِ قرطبہ کے احاطے میں ہم داخل ہوئے، جامعِ قرطبہ کا احاطہ تقریباً ہمارے جامعہ ڈابھیل کے احاطے کے بقدر ہوگا، چاروں طرف بہترین مضبوط حجرے۔

ممکن ہے کہ مسجد کے ساتھ کوئی مدرسہ ہو یا یہ کہ کوئی خانقاہ ہو، جس کے یہ حجرے ہوں۔

بیچ میں صحن ہے اور صحن میں بہت سے انجیر، سنترے اور انگور کے درخت اور بیلیں لگی ہوئی ہیں، جس سے مسجد کا حسن اور دوبالا ہو رہا تھا اور مسجد کا عالی شان مینارہ — جہاں سے کسی زمانے میں اذان کی صدائیں گونجا کرتی تھیں — دیکھ کر ہم میں سے ہر ایک رو رہا تھا کہ آج اس پر صلیبیں لگی ہوئی ہیں، بڑے بڑے گھنٹے لگے ہوئے ہیں اور مختلف اوقات میں بجائے جا رہے ہیں اور وہاں عیسائیوں کے نشانات لگے ہوئے ہیں، اس کو ہم حسرت کی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔

فنِ تعمیر کا عجیب نمونہ

پھر مسجد کا صحن اور حجرے دیکھنے کے بعد مسجدِ شرعی یعنی جماعت خانے میں داخل ہوئے۔

یہ جامعِ قرطبہ فنِ تعمیر کا بھی عجیب نمونہ ہے۔

کہتے ہیں کہ: دمشق سے تعمیر کے ایک ماہرِ فن کو بلوا کر اس کا نقشہ تیار کروایا گیا تھا، اس مسجد میں چھتیس بڑے بڑے گنبد ہیں اور ستون تقریباً ایک ہزار چار سو سترہ (1417) ہیں اور ہماری حکومت کے زمانے میں رات کے وقت اس مسجد میں دو سو اسّی (280) فانوس روشن کیے جاتے تھے اور چھوٹے چھوٹے جو فانوس ہوتے تھے وہ تقریباً سات ہزار چار سو پچیس (7425) تھے۔

اس مسجد کی ایک خوبی یہ ہے کہ چھت میں تین سو ساٹھ (360) طاق بنے ہوئے ہیں۔

آپ نے مشارق اور مغارب کی تفسیر میں پڑھا ہے کہ سورج روزانہ ایک چال پر نہیں چلتا؛ بلکہ وہ روزانہ پورے سال اپنی چال بدلتا رہتا ہے؛ اسی لیے قرآن میں مشارق اور مغارب جمع استعمال کیا گیا۔

ایک تفسیری قول کے مطابق چوں کہ روزانہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ بھی الگ ہے اور غروب ہونے کی جگہ بھی الگ ہے، تین سو ساٹھ دن میں تین سو ساٹھ جگہ طلوع وغروب ہوتا ہے تو یہ تین سو ساٹھ طاقچے اس انداز سے بنائے گئے تھے کہ سورج جس چال پر ہو، جس راستے پر ہو، روزانہ کی اس کی الگ الگ منزل کے اعتبار سے الگ

الگ طاقچے سے مسجد میں روشنی آئے۔

تین آیات مع تطبیق

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ۔(الصّٰفّٰت:۵)

ترجمہ: آسمانوں کے اور زمین کے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہیں اس کے رب ہیں اور (جہاں سے سورج اور دوسرے ستارے نکلتے ہیں ان) مشرقوں کے رب ہیں۔

رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ۔(رحمٰن:۱۷)

ترجمہ: دونوں مشرقوں کے حقیقی مالک اور دونوں مغربوں کے حقیقی مالک وہی ہیں۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلاً۔(مزمل:۹)

ترجمہ: مشرق اور مغرب کے مالک ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، سو ان ہی کو وکیل بنالو (یعنی سارے کام اللہ تعالیٰ کو سونپ دو، وہی کام بنانے والے ہیں)۔

سورج اور دوسرے ستارے روزانہ جانبِ مشرق سے طلوع ہوتے رہتے ہیں، شمال سے لے کر جنوب تک الگ الگ نقطوں سے سال کے ۳۶۵ دن سورج اور ستارے طلوع ہوتے رہتے ہیں، ہر روز طلوع ہونے کا ایک نیا نقطہ، شاید اسی کی طرف اشارہ سورۂ صافات کی آیت سے ہو رہا ہے۔

جب کہ سورۂ رحمٰن میں تثنیہ کا صیغہ آیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ سردی اور گرمی دو موسموں کے دو طرح طلوع کے نقطوں کی طرف تثنیہ کے صیغے سے اشارہ ہو رہا ہے۔

جب کہ سورۂ مزمل میں مفرد کا صیغہ ہے، اس میں اس کی طرف اشارہ معلوم ہورہا ہے کہ طلوع کی نفسِ جہت تو ایک ہی مشرق ہے۔

اوراس کے بالمقابل فرضی نقطے مغرب کے ہیں۔

مسجد کی منقّش چھت

اس کی چھت میں جولکڑی استعمال ہوئی ہے اس میں اتنا خوب صورت، سنہرا، نقش ونگار والا کام ہوا ہے کہ دیکھتے ہی عقل دنگ رہ جاتی ہے، ایک تو منقش کام اور وہ بھی سنہرا اور لکڑی کتنی مضبوط ہوگی کہ آج تقریباً پانچ سو سال سے زیادہ تو ہماری حکومت کے خاتمے کے ہوگئے پھر بھی وہ لکڑی قائم ہے۔

اور مسجد میں کمانوں میں جو پتھر استعمال ہوئے ہیں وہ بھی بہت خوب صورت، آپ نے مسجدِ نبوی کی زیارت کی ہو تو ابھی جو جدید توسیع ہوئی ہے اس میں جو الگ الگ قسم کے پتھر لگائے گئے ہیں، اس طرح کے الگ الگ قسم کے پتھروں کو فٹ کر کے کمانیں بنائی گئی ہیں۔

دل دوز مناظر

ہم مسجد میں داخل ہوئے اور داخل ہونے کے بعد رونا آتا تھا؛

اس لیے کہ مسجد کے چاروں طرف دیواروں پر صلیبیں لگادی گئی ہیں۔

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی فرضی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔

عیسائی مذہب کی ساری علامتیں لگی ہوئی ہیں۔

باکتھل کے پروگرام کے لیے مختلف جگہوں پر اسٹیج بنے ہوئے ہیں اور ان پروگرام کے سامعین کے لیے کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔

عیسائی سیاح — جس میں عورتیں بھی ہوتی ہیں، مرد بھی ہوتے ہیں — نیم کپڑے پہنے ہوئے مسجد میں ٹہل رہے ہیں اور ایک جگہ اتنا دکھ ہوا کہ ایک جوڑا کونے میں بیٹھ کر جیسے کہ ان عیاشوں کی عادت ہیں، پارکوں میں، ہوٹلوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے کی چھیڑ خوانی کرتے ہیں، بوس وکنار کرتے ہیں، ایسی حرکت اللہ تعالیٰ کے گھر میں کر رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر ہم لوگوں کو بہت رونا آیا۔

مسلمانوں کی ذلت اور عیسائیوں کی عزت ظاہر کرنے والی تصاویر

وہاں ایک تصویر لگی ہوئی ہے جس میں ابوعبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو داڑھی، ٹوپی اور عمامے کے ساتھ ذلتی کی حالت میں اور فرڈیننڈ بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کو فاتحانہ شان کے ساتھ دکھا گیا ہے اور چاندی کی پلیٹ میں آخری مسلم حکمران، عیسائی بادشاہ کو ”الحمراء“ کی چابی پیش کرتے ہوئے بتلا گیا ہے۔

جب اس تصویر کو عین محراب ومنبر کے پاس دیکھا تو ہمارا دل پھٹا جا رہا تھا۔

آج منبر ومحراب دو رکعت کے لیے ترس رہے ہیں

ہمارے لیے انھوں نے الگ سے (Special) سیکورِٹی بلوالی؛ تا کہ ہم نماز نہ پڑھیں، ایک کونے میں ہمارے ساتھی محمد بھائی بھانا مانچسٹر (Manchester) والے نے کوشش بھی کی اور نیت بھی باندھ لی؛ لیکن فوراً پولیس نے آکر ان کو پکڑ لیا؛ اس

لیے کہ پوری مسجد میں جابجا کیمرے لگے ہوئے ہیں، اس کی وہ دفتر سے نگرانی بھی کرتے رہتے ہیں۔

یہ وہی جامعِ قرطبہ ہے جہاں مفسرِ امت امام قرطبیؒ، امام ابو حیان اندلسیؒ آیا کرتے تھے، نمازیں پڑھا کرتے تھے، جہاں علامہ شاطبیؒ ہوا کرتے تھے، جہاں خطیبِ امت حضرت منذر ابن سعیدؒ کے خطبے امت کی رہبری کرتے تھے، آج وہی منبر و محراب دو رکعت کے لیے ترس رہے ہیں۔

بہر حال! ہمارے بس میں صرف اتنا تھا کہ ہم اذان زور زور سے پڑھتے اور تلاوت کرتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، اس کے سوا ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا، تقریباً تمام ساتھیوں نے کچھ نہ کچھ تلاوت کی، ذکر کیا، اذان کہی اور پون ایک گھنٹہ بہت ہی دل کو تھامتے ہوئے مسجد میں ہم نے گزارا اور پھر ہم بڑے بوجھل قدموں کے ساتھ مسجد سے باہر نکلے۔

ہم نے بہت منت وسماجت کی کہ ہمیں دو رکعت پڑھنے کا موقع دیا جائے؛ لیکن ہمیں منع کر دیا گیا، یہاں تک کہ جماعت خانے سے باہر آ کر صحن میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو بھی ہمیں اجازت نہیں دی۔

ٹورِس آفس (Tourism Office) میں ظہر کی نماز

بالآخر! قریب میں حکومت کی ایک ٹورِس آفس تھی، ہم وہاں گئے اور وہاں کے افسروں سے درخواست کی — وہاں جو عمارتیں تھیں ان کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ کسی زمانے میں یہ عمارتیں بھی مدرسہ یا خانقاہ رہی ہوں گی — ہماری درخواست پر انھوں نے

اتنا منظور کیا کہ آپ ہماری آفس میں نماز پڑھ سکتے ہیں، مسجد میں نہیں پڑھ سکتے، ہم نے ٹورس آفس میں ظہر کی دو رکعت نماز باجماعت ادا کی؛ چوں کہ ہم سب مسافر تھے، نماز ادا کرنے کے بعد ہم وہاں سے باہر نکلے۔

وادیٔ کبیر اور اس کا پل

مسجد کے آگے والے حصے میں وادیٔ کبیر — جو اسپین کی سب سے بڑی ندی شمار ہوتی ہے وہ — بہتی ہے، اس کو ہم دیکھنے کے لیے گئے، اس وادی پر بہت ہی عمدہ اور خوب صورت پل (Bridge) بنا ہوا ہے۔

اس پل کے متعلق یہ بات کہی جاتی ہے کہ حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو تعمیر کروایا تھا، آپؒ نے دمشق میں بیٹھے بیٹھے قرطبہ کی فکر فرمائی اور اس وادیٔ کبیر پر پل بنانے کے لیے عبد الرحمن ابن عبید اللہ الغافقی نام کے ایک ماہرِ تعمیرات کو دمشق سے روانہ فرمایا، انھوں نے ۱۰۱ھ میں اس پل کو تعمیر کروایا، جس کا طول آٹھ سو ہاتھ اور چوڑائی چالیس گز تھی۔

اس زمانے میں اس پل کی پوری دنیا میں کوئی نظیر نہیں تھی، اب وہ پل بالکل بوسیدہ ہو چکا ہے؛ چوں کہ وہ دوسری صدی ہجری کا بنا ہوا ہے، اس وقت گذرنے کے لیے اور ٹریفک (Traffic) کے لیے اس کو بند کر دیا گیا ہے اور اس کے برابر میں ایک دوسرا پل بنا دیا گیا ہے۔

باہر سے مسجد کے محراب کے پاس کھڑے رہ کر ہم اس پل کا نظارہ کرتے رہے اور نظارہ کرنے کے بعد وہاں سے لوٹے۔

عصر کی نماز کے لیے مسجد کی تلاش

ہمیں کھانا بھی کھانا تھا اور عصر کی نماز بھی پڑھنی تھی اور آگے کا سفر بھی طے کرنا تھا، ہم نے کسی سے پوچھا کہ: اس شہر میں کوئی مسجد ہے جس میں نماز ہوتی ہو؟

ہمیں کسی نے بتلایا کہ شہر میں جہاں رِنگ روڈ (RingRoad) ہے وہاں آپ چلے جائیے، وہاں ایک پارک ہے، اس میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔

ایک چھوٹی سی مسجد، اس میں بھی تالا لگا ہوا

ہم وہاں پہنچے تو وہاں ایک بہت بڑا پارک تھا، جس کے چاروں طرف سڑکیں تھیں، اس باغ کے بیچ میں ایک بہت ہی چھوٹی سی مسجد تھی، ہم اس کے قریب پہنچے اور انتظار کرنے لگے کہ ابھی عصر کا وقت ہوگا تو مسجد کھلے گی، کافی دیر تک ہم انتظار کرتے رہے، ہم کو دیکھ کر کچھ نوجوان ہمارے قریب آئے اور سلام کیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ مراکش کے عرب نوجوان ہیں جو یہاں ملازمت کے لیے آئے ہیں۔

امام صاحب مغرب یا عشا میں آئیں گے

ہم نے ان سے پوچھا کہ: نماز پڑھنی ہے، مسجد کب کھلے گی؟

انھوں نے ہمیں جواب دیا: يُمْكِنُ الشَّيْخُ يَجِيْءُ فِي الْمَغْرِبِ أَوِ الْعِشَاءِ۔

یعنی شیخ تو فجر کی نماز پڑھا کر تالا لگا کر چلے جاتے ہیں، اب یا تو مغرب میں آئیں گے یا عشا میں، تب مسجد کھلے گی، پورا دن مسجد کو تالا لگا رہتا ہے، شیخ ملازمت پر کہیں جاتے ہیں اور جب ملازمت سے آتے ہیں تو مسجد کھلتی ہے اور نماز پڑھاتے ہیں۔

خدا کی شانِ بے نیازی

ہم نماز پڑھنے کے لیے بے چین تھے، جب کوئی جگہ میسر نہیں آئی تو ہم لوگ وضو کرنے کے لیے ایک نل پر گئے، میں حضرت مفتی صاحب کے ساتھ چل رہا تھا۔

حضرت فرمانے لگے: باری تعالیٰ کی شانِ بے نیازی تو دیکھو کہ جس شہر قرطبہ میں مسلمانوں کی پوری دنیا کی سب سے بڑی مسجد "جامعِ قرطبہ" ہے اور جہاں ہماری حکومت کے دور میں تقریباً سولہ سو سے زیادہ مسجدیں رہی ہیں، آج اس شہر کے ایک کونے میں ہمیں نماز پڑھنے کے لیے جگہ میسر نہیں ہے اور جو مسجد اس وقت مسجد ہے اس کا حال ہمارے سامنے ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی۔

اندازہ یہ ہوا کہ مراکشی مسلمانوں نے ابھی ابھی یہ مسجد بنائی ہوگی۔

دانے دانے پہ لکھا ہے کھانے والے کا نام

بالآخر! ہم نے وضو کیا اور پارک میں ہم نے نمازِ عصر ادا کی اور عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد چوں کہ ہمیں کھانا بھی کھانا تھا اور کھانا بھی زیادہ مقدار میں تھا؛ اس لیے ہم نے ان مراکشی نوجوانوں کو بھی ہمارے ساتھ شریک کرلیا، اس وقت میرے دل میں بے ساختہ یہ خیال آیا کہ: اے اللہ! یہ تیرا کیسا نظام ہے، ان کھانا پکانے والوں نے سوچا تک نہیں ہوگا کہ مراکشی نوجوان بھی کھائیں گے اور نہ ان نوجوانوں نے سوچا ہوگا کہ ہمیں یہ کھانا نصیب ہوگا، پک رہا ہے انگلینڈ میں اور کھایا جارہا ہے اسپین میں، کیا خدا کے رزق کا نظام ہے!!!

بہر حال! ان عرب نوجوانوں نے بہت خوشی سے ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت کی۔

ایک اردو جاننے والے سے مختصر ملاقات

وہاں پر ایک اردو جاننے والا بھی ہمیں مل گیا، جو پارک سے گذر رہا تھا، اس نے ہماری شکل وصورت دیکھ کر ہمیں سلام کیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ پاکستان سے کسی ہوٹل میں ملازمت کے لیے یہاں آیا ہوا تھا، مغربی ملکوں میں چوں کہ ٹائم کی بڑی قیمت ہوتی ہے، خاص طور پر ڈیوٹی کے اوقات میں؛ اس لیے مختصر سی بات کر کے وہ آگے چل دیا، ہم اس سے مزید حالات معلوم نہیں کر سکے۔

پورے قرطبہ شہر میں ایک ہی چھوٹی سی مسجد

بہر حال! ان عرب نوجوانوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس وقت پورے شہر قرطبہ میں یہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے، یہی عبادت گاہ ہے جس کو وہ لوگ مصلیٰ کہتے ہیں اور فجر اور عشا دو نمازیں پابندی سے ادا ہوتی ہیں، ظہر، عصر اور مغرب کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی اور اکثر نہیں ہوتی اور جمعہ میں کھلتی ہے؛ لیکن امام صاحب کو ملازمت سے اجازت نہ ملے تو جمعہ میں بھی مسجد کا کھلنا دشوار ہو جاتا ہے۔

مَدِیْنَةُ الزَّهْرَة کی طرف

قرطبہ سے روانہ ہونے کے بعد ہمیں آگے "مدينة الزهرة" جانا تھا جو پورے اسپین میں ہمارے اسلامی دور کی یادگار، عجیب وغریب اور خوب صورت جگہ ہے۔

یہ قرطبہ سے صرف آٹھ میل کے فاصلے پر ہے،ہم مدینۃ الزہرہ کی طرف آگے بڑھے، جب ہم اس کی طرف بڑھ رہے تھے تو راستے میں بورڈ وغیرہ سے راستہ متعین کرتے ہوئے جیسے جیسے مدینۃ الزہرہ کے قریب پہنچے تو پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوا، بہت ہی عجیب وغریب، خوب صورت پہاڑیاں، ایک پُرکیف، خوش نما منظر تھا۔

وقت پورا ہو جانے کے باوجود اندر جانے کی اجازت

ہم ایک جگہ پہنچے جہاں لکھا ہوا تھا ''مدینۃ الزہرہ'' میں داخل ہونے کے لیے یہاں سے ٹکٹ خریدیں'' وہاں ہم نے ہماری گاڑیاں روکیں اور وہاں سے ٹکٹ خریدا، شام کافی ہو چکی تھی؛ اس لیے قانون کے مطابق ٹکٹ تو مل نہیں سکتا تھا، سیاح بھی تقریباً نکل چکے تھے، کچھ ہی باقی تھے؛ لیکن ہماری شکل وصورت دیکھ کر وہاں موجود سرکاری ملازموں نے رعایت کی، نیز ہمارے اسپینی زبان جاننے والے ساتھی نے کچھ سفارش کی کہ ہم اتنے دور سے آئے ہیں اور ہمارے پاس ٹائم بھی بہت کم ہے تو اس نے ہمارے ساتھ اتنی خیر خواہی کی کہ اس نے دروازہ کھول دیا اور کہا: ٹھیک ہے، آپ لوگ اندر زیارت کے لیے جا سکتے ہیں۔ ہم مدینۃ الزہرہ میں داخل ہوئے۔

مَدِیْنَۃُ الزَّھْرَۃ کی تعمیر اور عجا کتبات

یہ مدینۃ الزہرہ شہر کے باہر پہاڑیوں کے بیچ میں ایک خوب صورت، بہت دل کش جگہ ہے، یوں کہنا چاہیے کہ: یہ ایک شاہی شہر ہے، اس میں شاہی محلات ہیں، مسجدیں ہیں اور بہت ہی عمدہ اور خوب صورت یہاں کی عمارتیں ہیں۔

جعفر ابن عبد الرحمن نامی اموی خلیفہ نے اس کی تعمیر شروع کروائی تھی، ۹۶۱ء سے ۹۷۲ء تک ان کی خلافت رہی۔

یہ مدینۃ الزہرہ میں جو بورڈ لگا ہوا تھا وہیں سے میں نے نوٹ کیا اور خلیفہ عبد الرحمن ثالث نے اپنی مرکزی حکومت کی جگہ اسی مدینۃ الزہرہ کو بنایا تھا۔

ایک روایت کے مطابق ۳۲۵ھ میں خلیفہ عبد الرحمن الناصر نے اپنی ملکہ ''زہرہ'' کی یادگار میں اس کی تعمیر کی کروائی تھی۔

عبد الرحمن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت

(سرزمینِ اندلس میں)

میری آنکھوں کا نور ہے تو	میرے دل کا سرور ہے تو
اپنی وادی سے دور ہوں میں	میرے لیے نخلِ طور ہے تو
مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا	صحرائے عرب کی حور ہے تو
پردیس میں ناصبور ہوں میں	پردیس میں ناصبور ہے تو
غربت کی ہوا میں بارور ہو	ساقی تیرا نمِ سحر ہو
عالم کا عجیب ہے نظارہ	دامانِ نگہ ہے پارا پارا
ہمت کو شناوری مبارک	پیدا نہیں بحر کا کنارہ
ہے سوزِ دروں سے زندگانی	اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ
صبحِ غربت میں اور چمکا	لوٹا ہوا شام کا ستارہ

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے	مومن کا مقام ہر کہیں ہے

یہ اشعار جو عبد الرحمن اول کی تصنیف سے ہیں، تاریخ المقری میں درج ہیں۔
مندرجۂ بالا اردو نظم ان کا ترجمہ ہے۔ (درختِ مذکور مدینۃ الزہراء میں بویا گیا تھا)

عبد الرحمن اول: خاندانِ بنی امیہ کے خلیفہ ہشام کا پوتا، عباسیوں کے ہاتھوں تنگ آ کر ہسپانیہ چلا گیا، کچھ عرصہ بعد ہسپانیہ کے حاکم کو شکست دے کر اور عباسیوں سے قطع تعلق کر کے خود مختار بادشاہ بن گیا۔

وفات: ۷۹۰ء۔ سلطنت اندلس کا بانی یہی ہے۔ (ماخوذ: از کلیاتِ اقبال:)

جَبَلُ الْعَرُوْس

وہاں ایک پہاڑ ہے، اس پہاڑ کو "جَبَلُ الْعَرُوْس" کہا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ: جب "مدینۃ الزہرہ" کی تعمیر مکمل ہوئی اور خلیفۃ عبد الرحمن ناصر اپنی ملکہ "زہرہ" کے ساتھ یہاں پہنچے تو ملکہ نے اس خوب صورت شہر کو دیکھا اور جب اس کی نظر پیچھے والے پہاڑ پر پڑی تو وہ سیاہ تھا، وہ اس کو بدنما معلوم ہوا، اس نے خلیفۃ سے کہا کہ:

یہ حسین وجمیل کنیز اس حبشی کی گود میں رہے گی؟ اس طرح اس نے خلیفۃ کو ابھارا۔

خلیفۃ نے اپنی ملکہ کا دل خوش کرنے کے لیے حکم جاری کیا کہ پورے پہاڑ پر خوب صورت پھل دار درخت اور پھول لگائے جائیں جس کی وجہ سے پورا پہاڑ ایک دلہن کی طرح حسین اور خوب صورت ہو گیا اور اس کا نام "جبل العروس" رکھ دیا گیا۔

قَصْرُ الْخُلَفَاء

اس مدینۃ الزہرہ میں ایک ایوان ’’قَصْرُ الْخُلَفَاء‘‘ کہلاتا تھا، جس کی دیواریں سونے کی بنی ہوئی تھیں اور چھت پر بھی سونا لگا ہوا تھا اور باقی جگہوں پر سنگِ مرمر لگا ہوا تھا اور بیچ میں ایک خوب صورت حوض بنا ہوا تھا جس میں پارہ بھرا ہوا رہتا تھا اور محرابیں رنگ بہ رنگ اور بلور، عقیق وغیرہ کے پتھروں سے بنی ہوئی تھیں، جس سے سورج کی دھوپ ان ایوانوں میں آتی تھیں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں چکاچوند ہو جاتی تھیں۔

اُمرا کا حال یہ تھا کہ لوگ جب دربار میں آتے تھے اور کسی کو مرعوب ومتأثر کرنا مقصود ہوتا تھا تو تخت پر بیٹھ کر کسی غلام کو اشارہ کرتے تھے، وہ اس پارہ کو ہلا دیتے تھے جس کی وجہ سے پورا محل گول گول گھومتا ہوا نظر آتا تھا، جس کی وجہ سے ہر کس وناکس متأثر ہو کر نکلتا تھا۔

اسی مدینۃ الزہرہ میں جانوروں کے لیے بھی ایک باغ تھا جس میں وہ ان کے لیے بنائے گئے قدرتی ماحول میں رہا کرتے تھے اور اللہ جانے کیا کیا عجا کتبات اس میں تھے۔

دوسروں کو رعب میں ڈالنے والے محل سے ہی زوال کی ابتدا

یہی مدینۃ الزہرہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلم حکمرانوں کو حکومت دی تھی اور انھوں نے اس کو عیش کدہ بنا دیا اور دنیا کے دوسرے ممالک کے لوگ اس زمینی جنت کو دیکھنے آتے تھے تو مسلمانوں کے عروج کو دیکھ کر مرعوب ہو کر جایا کرتے تھے؛ لیکن آج افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے زوال کی ابتدا بھی اسی مدینۃ الزہرہ سے ہوئی۔

اسی محل کو خلفا نے عیش کدہ بنایا، شراب کباب کی محفلیں اس میں ہونے لگیں اور خدا کو بھول بیٹھے اور اللہ کی پکڑ کو بھول کر انھوں نے دنیوی زیب و زینت کے پیچھے اپنی ساری صلاحیتوں اور توانائیوں کو خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے یہ ملک چھین لیا۔

بہر حال! پہاڑ کے اوپر سے لے کر نیچے تک مختلف انداز کے کمرے اور یہ خوب صورت محل پھیلا ہوا ہے۔

تزوید میاہ

اسی ''مدینۃ الزہرہ'' کے اندر جہاں پانی کی ٹنگی بنی ہوئی ہے اس پر عربی میں عبارت لکھی ہوئی ہے ''تزوید میاہ''یعنی یہاں سے پانی ہر جگہ سپلائی (Supply) ہوتا ہے۔

یہ عربی عبارت دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ کچھ ہماری یادگار اب تک باقی ہے۔

یہاں بھی انجیر اور انگور کی بیلیں تھیں، خشک انجیر بھی تھے اور خشک کشمش بھی تھی، بڑی وافر مقدار میں ہم لوگ یہاں پر محظوظ ہوئے؛ چوں کہ غروب کا وقت قریب تھا اور وہاں جو محکمہ کے لوگ تھے انھوں نے کہا کہ: اب وقت ہو چکا ہے؛ بلکہ آپ لوگوں کی رعایت میں وقت سے تقریباً ایک گھنٹہ زائد موقع دیا گیا، اب آپ لوگ باہر آجائیں۔ ہم لوگ مدینۃ الزہرہ سے باہر نکل کر اپنی گاڑیوں میں سوار ہوئے۔

نوٹ: مدینۃ الزہراء کے متعلق جو تفصیلات حضرت مفتی محمد تقی صاحب مدظلہ

العالی نے لکھی ہیں وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

اشبیلیہ کی طرف

ہمارا آئندہ کا سفر اشبیلیہ کا تھا جو علامہ اشبیلیؒ کا شہر ہے، وہاں جانے کے لیے ہم روانہ ہوئے، راستے میں ایک پٹرول پمپ پر رُک کر ہم نے مغرب کی نماز ادا کی اور وہاں سے ہم اشبیلیہ شہر جانے کے لیے روانہ ہوئے، یہ ہمارے سفر کا دوسرا یعنی بدھ کا دن تھا جس میں ہم نے جامعِ قرطبہ اور مدینۃ الزہرہ کی اپنی آنکھوں سے زیارت کی۔

اشبیلیہ

''اشبیلیہ'' قدیم دور سے ''اندلس'' کا بڑا عظیم الشان شہر ہے، اس کا دوسرا نام ''حمص'' بھی ہے اور ''اندلس'' کا دار السلطنت (Capital) بھی رہا ہے، یہاں کے پہاڑ پر ''زیتون'' اور انواع واقسام کے پھل فروٹ کے درخت ہیں، قطن کی کھیتی بھی خوب ہوتی ہے، وادیٔ کبیر نامی نہر اس شہر سے بہتی ہے، جس میں چھوٹی بڑی کشتیاں قدیم دور سے چلتی ہیں، ہمارے اکابر، اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت اس شہر سے وابستہ رہی ہے۔

آگے کا ہمارا نظام اشبیلیہ کا تھا، جناب حافظ پٹیل صاحب کے دار العلوم ڈیوز بری انگلینڈ — جہاں پورے یورپ کا مرکز بھی ہے اس — میں اشبیلیہ کے دو طالب علم پڑھتے تھے، ان حضرات کو اور ان کے والد کو ہمارے سفر کی اطلاع ہو چکی تھی اور طلبہ بھی تعطیلات میں گھر ہی تھے اور ڈیوز بری مرکز سے وہاں کے استاذ الحدیث اور ہمارے جامعہ کے قدیم فاضل حضرت مولانا یوسف دروان نے فون کر دیا تھا کہ میرے

مشائخ وہاں آرہے ہیں، وہ طلبہ اپنے استاذ ہونے کی وجہ سے مولانا دروان صاحب کا بڑا احترام کرتے تھے؛ اس لیے وہ حضرات ہمارے بڑے منتظر تھے، ایک طالب علم "محمد" خود اشبیلیہ سے غرناطہ ہمیں لینے کے لیے آئے، پھر پورے سفر میں ان کی رہبری رہی۔

مشورے کے مطابق مدینۃ الزہرہ کی زیارت کے بعد ہم وہاں سے اشبیلیہ جانے کے لیے روانہ ہوئے، مسلسل چلنے کے بعد تقریباً بارہ بجے ہم اشبیلیہ شہر پہنچے۔

اشبیلیہ کا اس وقت جدید نام (Sevilla) ہے، یہ پورے اندلس کی راجدھانی شمار ہوتی ہے اور وہاں ایک بہت بڑے اپارٹمینٹ (Apartment) کے تہہ خانے میں ایک مسجد "مسجد الهداية" ہے، اس مسجد پر ہم پہنچے، ایسے ان احباب کا اصرار تھا کہ ہوٹل میں کمرے کا انتظام ہوگا؛ لیکن ہم نے یہی پسند کیا، حضرت مفتی صاحب کی طبیعت بھی یہی چاہتی ہے کہ کوئی مسجد یا مدرسہ ہو تو زیادہ مناسب ہے، وہ مسجد چھوٹی تھی؛ لیکن بہر حال مسجد تھی؛ اس لیے ہم نے قیام کے لیے اسی کو ترجیح دی اور تہہ خانے میں ایک طرف چھوٹا سا وضو خانہ اور بیچ میں جماعت خانہ تھا۔

مسجد کے دروازے پر ایک عجیب تنبیہ

اس مسجد کے دروازے پر ایک بہت ہی اچھی عبارت لکھی ہوئی تھی، موبائل بند کرنے یا مسجد میں خاموش رہنے کی تنبیہ کرنے کے لیے یہ عبارت لکھی گئی تھی:

اِقْطَعْ جَمِيْعَ الاِتِّصَالَاتْ

اِتَّصِلْ بِرَبِّ السَّمٰوٰتْ۔

ایک دوسری جگہ عبارت اس طرح لکھی ہوئی یاد پڑ رہی ہے:

اِقْطَعْ جَمِيْعَ الاِتِّصَالَاتْ

اِتَّصِلْ بِخَالِقِ السَّمٰوٰتْ۔

ترجمہ: تمام (دنیوی) تعلقات کو ختم کردو اور آسمانوں کے بنانے والے خدا سے تعلق جوڑلو۔

آج کل موبائل کے سلسلے میں ہماری جو بے احتیاطی ہے وہ بہت ہی قابلِ فکر ہے، مسجد، مدرسہ، دینی مجالس، حرم مقدس، مطاف، عرفہ، منیٰ، مزدلفہ، روضۂ مبارکہ، مسجدِ نبوی ہر جگہ فون کی گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں اور نماز، تلاوت، طواف، صلوٰۃ وسلام پیش کرنے میں بہت ہی خلل ہوتا ہے؛ اس لیے اس پر توجہ ہونی چاہیے۔

اور بہت سے بھائیوں کی موبائل کی گھنٹی (Ringtone) فلمی گانوں کی طرز کی ہوتی ہے یا فلمی گانے بجتے ہیں، یہ تو شرعاً بھی ناجائز ہے اور گناہ کا کام ہے، اس سے بہت زیادہ احتراز کرنا چاہیے۔

سفر کا تیسرا دن: جمعرات

فجر میں کئی عرب حضرات سے ملاقات ہوئی اور یہاں پر بھی امام نافعؒ کی قرأت کے مطابق نماز پڑھنے کا موقع ملا، آرام کرنے کے بعد ہم اشبیلیہ شہر کو دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے۔

قَصْرُ الْقَزَارِیْز اور اس کے عجائبات

بتایا گیا کہ: یہاں بہت ہی عالی شان مساجد اور قلعے ہیں، سب سے پہلے ہم ''قَصْرُ الْقَزَارِیْز'' پہنچے، یہ ایک بہت مشہور محل ہے، دوسری صدی میں یہ تعمیر ہوا تھا، یوں کہنا چاہیے کہ: قصر الحمراء سے بھی زیادہ حسین اور خوب صورت عمارت ہے اور قصر الحمراء سے بھی بڑے اس میں کمرے بنے ہوئے ہیں، حکومت کے جتنے بھی وُزرا اور شاہی خاندان کے جتنے بھی شہزادے ہوتے تھے ہر ایک کے لیے الگ الگ محل اس میں تعمیر کیا گیا ہے۔

اس میں دیواروں پر بہترین انداز میں قرآنِ کریم کی آیتیں کندہ ہیں اور جگہ جگہ ''لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہ'' لکھا ہوا ہے۔

اس کا گنبد نہایت خوب صورت، سنہرے انداز کا بنا ہوا ہے، اس کے دروازے اس کی عمارت سے زیادہ قیمتی ہیں، اعلیٰ قسم کی لکڑی اور اعلیٰ قسم کے سونے اور چاندی سے اس میں ڈیزائن وغیرہ کا کام ہوا ہے۔

بیچ میں جا بجا نہریں ہیں اور بہترین حوض بنے ہوئے ہیں اور خاص طور پر چار

بڑی نہریں ہیں جو محل کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔

قرآنی آیتوں کے ساتھ عیسائیوں کی شرارت

اب عیسائیوں نے اپنی حکومت آنے کے بعد ایک شرارت یہ کی ہے کہ سنگِ مرمر میں جہاں جہاں آیتیں کندہ ہیں اور اسی طرح ''لا غالب الا اللہ'' میں جو تشدید ہے اس میں تحریف کر کے اس کی جگہ صلیب کا نشان بنا دیا ہے۔

لوگ ان محلات کو دنیوی جنت کا نمونہ کہا کرتے تھے، ان کے حسن کو ہم اپنی زبان سے تعبیر ہی نہیں کر سکتے۔

اس محل کی ایک عجیب سسٹم

یہاں ایک چیز دیکھی جو دنیا میں اس سے پہلے اور کسی جگہ میں دیکھنے کو نہیں ملی، پورے محل میں الگ الگ جگہوں پر نمبر لگے ہوئے ہیں، ایک نمبر، دو نمبر، بارہ نمبر۔ گیٹ پر جب ہم ٹکٹ خریدتے ہیں تو وہاں ہم کو چھوٹے سے موبائل کی طرح ایک چھوٹا سا ریکارڈر (Recorder) ملتا ہے اس کا بھی کرایہ غالباً پانچ یا دس ''یورو'' ہے اور جتنے نمبر محل میں مختلف کونوں پر لگے ہیں وہ نمبر اس پر بھی لگے ہیں، اب آپ پورے محل میں کسی بھی جگہ پر چلے جائیے اور وہاں دیوار پر جو نمبر لکھا ہوگا وہ نمبر اس مشین پر دبائیے، مثلاً چوبیس نمبر کسی دیوار پر لکھا ہوا ہے تو آپ چوبیس نمبر اس پر ڈائل کیجیے تو فوراً آپ کو اس جگہ کی تاریخ سنائے گا کہ:

یہ کون سی عمارت ہے؟

کس نے بنائی ہے؟

کس کام میں استعمال ہوئی تھی؟

کتنا خرچ اس میں ہوا تھا؟

اُس دور میں کتنا سونا چاندی اس میں خرچ ہوا تھا؟

کونسے بادشاہوں اور خلفا کی قیام گاہ اس میں رہی ہے؟

اور وہ بھی کئی زبانوں میں، خاص طور پر انگریزی اور اسپینی زبان میں یہ مشینیں ملتی ہیں، ہم نے انگریزی زبان والی مشین کرائے پر لے لی، جس کونے پر جاتے تھے نمبر ڈائل کرتے تھے اور وہ بیان شروع ہو جاتا تھا۔

دل کو ہلا دینے والی بات

اس مشین کی ایک بات نے ہم سب ساتھیوں کے دلوں کو ہلا دیا، وہ یہ کہ جب ہم اس پورے عالی شان محل ــ جو اتنا وسیع وعریض ہے کہ تقریباً ایک دن دیکھنے کے لیے لگائیں تو بھی ناکافی ہو، اس ــ کو دیکھ چکے تو اخیر میں ایک عیسائی بادشاہ کی بات نقل کی گئی ہے کہ: آپ اتنا عالی شان محل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

کتنی شان وشوکت والا یہ خوب صورت محل ہے!

کتنے عالی شان اس کے گنبد ہیں!

کتنی عالی شان اس کی دیواریں ہیں!

کتنے شان دار اس میں دروازے ہیں!

کتنے شان دار پارک اور باغ اس میں بنے ہوئے ہیں!

یہ سب کس نے بنایا؟

مسلم حکمرانوں نے بنایا۔

لیکن وہ مسلم حکمراں کس قدر محنت سے، کس قدر مال خرچ کر کے بنا گئے اور آج وہ محل ہمارے قبضے میں ہے۔

گویا کہ اس عیسائی بادشاہ کی طرف نسبت کر کے یہ جملہ جو ریکارڈ کروایا ہے وہ ہمارے دلوں کو دکھانے والا تھا کہ واقعی:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ (الدخان)

ترجمہ: وہ (لوگ) کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور (کتنی ساری) کھیتیاں اور عمدہ عمدہ مکانات اور عیش (و آرام) کا سامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے، اسی طریقے سے (ان کا انجام) ایسا ہوا کہ ہم نے اُن سب چیزوں کا وارث (مالک) ایک دوسری قوم کو بنا دیا، پھر ان لوگوں پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو کوئی مہلت (ڈھیل) دی گئی۔

اس آیت کی ایک عملی تفسیر ہمارے سامنے تھی کہ ہم اپنی عیاشیوں کی خاطر نہ جانے ایسی کتنی یادگاروں کو دوسروں کے حوالے کر کے چلے گئے۔

اموی بادشاہ کی ایک آرزو جو پوری نہ ہوئی

اس محل کے پیچھے ایک بہترین خوب صورت پھلواڑی بنی ہے، وہاں ایک

ہے، اس ستون پر لکھا ہے کہ ۱۰۹۵ء میں یہ ستون قائم ہوا، المعتمد ابن عباد نامی اموی خلیفہ نے اس کو قائم کروایا، اس نے اس ستون پر ایک عبارت کندہ کروائی ہے، عربی میں بھی ہے اور اسپینی زبان میں بھی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ:

میری چاہت یہ ہے کہ میری موت اس جگہ پر ہو اور قیامت کے دن میں اس جگہ سے اٹھ کر زندہ ہوں۔

لیکن افسوس کی بات یہ کہ یہ ستون اور اپنی آرزو کو کندہ کروانے کے بعد چند دنوں کے اندر سقوطِ اشبیلیہ ہوا اور اشبیلیہ سے اسلامی حکومت ختم ہوئی اور المعتمد ابن عباد کو وہاں سے بھاگ جانا پڑا اور مراکش شہر میں اس کی موت ہوئی اور وہی اس کی تدفین ہوئی۔

محل میں رقص وسرود کی محفلیں

اس محل کے متعلق مشہور ہے اور کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے کہ: یہاں سے نظامِ حکومت چلتا تھا اور پھر شام میں شراب اور شباب کی محفلیں لگتی تھیں اور بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حاضرین سے پوچھا کرتے تھے کہ:

میرا گنبد کتنا عالی شان ہے!

میرا محل کتنا خوب صورت ہے!

لوگ تعریفی کلمات کہتے تھے اور تعریفی کلمات کے بعد وہاں رقص وسرود کی محفل گرم ہوتی تھی، اس میں دیر رات تک گانا بجانا اور شراب نوشی ہوا کرتی تھی، یہی چیزیں اس ملک سے ہمارے زوال کا سبب اور ذریعہ ثابت ہوئی۔

محل کی ایک عجیب خوبی

اس محل کی اور ایک عجیب خوبی یہ ہے کہ اس کے پیچھے ایک بہت ہی وسیع باغ ہے اور اس باغ میں اموی خلفا نے یہ اہتمام کیا تھا کہ دنیا بھر میں جتنے بھی پھل ہوتے ہیں ہر ممکنہ پھل کے پودے وہاں انھوں نے لگوائے، ان کا دعویٰ تھا کہ دنیا میں کوئی پھل ایسا نہیں جو اس باغ میں نہ ہو، دور دراز کے ملکوں سے انھوں نے بڑے اہتمام سے قسم قسم کے پھل، میوے، اس کے پودے منگوائے اور لگوائے تھے۔

یہ وہ دور تھا جب کہ مواصلات کے لیے ہوائی جہاز نہیں تھے، اس دور میں پھل فروٹ کے پودے دنیا بھر سے منگوا کر کے لگوانا ذرا سوچو! اس کے پیچھے کتنا خرچ ہوا ہوگا اور کتنا اہتمام کیا ہوگا؟

بادشاہ کو جو پھل کھانا ہوتا تھا اپنے غلاموں کے پاس منگواتا تھا اور کھایا کرتا تھا اور یہ باغ اتنا گنجان اور وسیع ہے کہ آدمی اگر اکیلا اندر جائے تو گم ہو جائے۔

میرے اس باغ میں اگر تم گم ہو جاؤ تو!!!

اس باغ کے دروازے پر آ کر ریکارڈر بولتا ہے، وہ آواز اس عیسائی بادشاہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے جو کہ بعد میں قابض ہو گیا تھا اس کی آواز نقل کی گئی ہے کہ:

میرے اس باغ میں تم اگر گم ہو جاؤ تو میں تمھاری رہنمائی کرنے آؤں گا۔

گویا کہ میری روح اس باغ میں ہوگی جو تمھاری رہبری کرے گی، اس کا یہ جملہ بھی ریکارڈر میں موجود ہے۔

اگر زمین پر کوئی جنت ہے تو یہی ہے

تفریح کرتے کرتے اگر آدمی تھک جائے تو بیٹھنے کے لیے بہترین خوب صورت چھوٹے چھوٹے جھونپڑے بھی بنے ہوئے ہیں۔

مختلف قسم کے چہچہاتے ہوئے پرندے بھی ہیں۔

ایک عالی شان بہت بڑا وسیع و عریض حوض بھی ہے، جس میں محل کے اوپر سے پانی آ کر گرتا ہے اور محل کے اوپر سے جو پانی اس میں گرتا ہے اس کا منظر بڑا عجیب و غریب ہے، ایک پرنالہ بنایا ہے، اس پرنالہ کا دہانہ کسی دور میں زلزلہ کی وجہ سے تھوڑا سا ٹیڑھا ہو گیا تھا؛ لیکن ایک طرف یہ وسیع و عریض عالی شان اور گنجان باغ، دوسری طرف حوض اور پھر اوپر سے گرتا ہوا پانی، واقعی یہ چیز ان کو نشہ دلانے والی تھی کہ اگر زمین پر کوئی جنت ہے تو یہی ہے، اس قدر ان لوگوں نے اس کو سنوارنے کا اہتمام کیا تھا۔

بہر حال! ہم محل کے بہت سارے حصے اس لیے دیکھ نہ سکے کہ اس میں ایک دن بھی ناکافی تھا، ہم تین چار گھنٹے اس میں صرف کرنے کے بعد باہر نکل آئے، باہر نکلے تو راستے میں ایک مسجد دیکھی جس کا نام ''المحاذ'' تھا، اگر چہ یہ مسجد حال میں چرچ بنا دی گئی ہے، یہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی اور اسلامی نام ہو؛ لیکن اس کے نام کی اسپینی شکل جو اس وقت تبدیل ہے وہ ''المحاذ'' ہے۔

جرالڈا (Giralda) ٹاور

وہاں سے ہم آگے چلے تو ایک مشہور عمارت ہے جس کو ''جرالڈا ٹاور'' کہتے ہیں،

یہ ’جرالڈا ٹاور‘ بہت ہی اونچا اور بہت ہی عجیب انداز کا بنا ہوا ہے ۱۱۸۴ء میں احمد ابن باسو نے ’’علی غمارا‘‘ نامی ایک معمار کو بلوا کر اس کو بڑے اہتمام سے تعمیر کروایا تھا اور 1198 عیسوی میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ کہتے ہیں: اس دور میں یہ سب سے اونچا ٹاور تھا ’’ایفل ٹاور‘‘ (Eiffel Tower) سے بھی اس کی اونچائی زیادہ تھی؛ لیکن ۱۳۶۵ء میں زلزلہ آیا جس میں اس کا بالائی حصہ گر گیا، اگر چہ اس وقت بھی اس کی اونچائی بہت ہے۔

ربڑ کے درخت

وہاں سے فارغ ہو کر چوں کہ ہم کچھ تھکے ہوئے تھے اس لیے ’’الوادی الکبیر‘‘ — جو اشبیلیہ میں بھی بہتی ہے اس — کے کنارے پر جا کر پونا ایک گھنٹہ آرام سے بیٹھے، وہاں پر گاڑیوں کے ٹائر میں جو ربڑ استعمال ہوتا ہے اس کے درخت تھے، وہاں پر بیٹھنے کے لیے بہترین کرسیاں لگی ہوئی تھیں اور خوب صورت چھوٹی بڑی کشتیاں سیاحوں کو گھما رہی تھیں۔

کہتے ہیں کہ: یہ ’’وادی الکبیر‘‘ پورے اندلس میں بہتی ہے اور 660 کلومیٹر تقریباً اس کا طول ہے، اتنے طویل عرصے میں کتنا پانی اس وادی میں بہہ چکا ہوگا!!

ہم سوچ رہے تھے کہ ہمارے دور کی شہادت دینے والا یہ دریا ہے کہ اس کو بھی معلوم ہے کہ کسی دور میں ہماری یہاں پر حکومت تھی۔

ٹورے ڈیل اورو (Torre del Oro) مینارہ

اس کو دیکھنے کے بعد ہم باہر نکلے تو وادی کے کنارے پر ایک بہت ہی عمدہ

مینارہ ہے جس کا نام ''ٹورے ڈیل اورو'' ہے، اس کی اسلامی حقیقت اور تعبیر کیا ہوگی وہ تو سمجھ میں نہیں آسکی؛ لیکن اس وقت اس کا نام ''ٹورے ڈیل اورو'' ہے، بالکل وادی کے کنارہ پر بہت ہی خوب صورت مینارہ ہے، وہاں پر لکھا ہوا ہے کہ: مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اس میں سونے کی ٹائلس (Tiles) لگی ہوئی تھیں۔

اس مینارے کو بنانے کا مقصد ''وادی الکبیر'' میں آنے جانے والی کشتیوں پر نظر رکھنا تھی۔

موڑالڈز (Moral de Hornuez) قلعہ

اس کو دیکھنے کے بعد ہم آگے بڑھے (موڑ ایلڈز) اب یہ نام عربی میں کیا ہوگا وہ تو معلوم نہیں ہوسکا، یہ بہت ہی قدیم دور کا قلعہ ہے اور ہماری اسلامی حکومت کی یادگار ہے، یہاں پر مسجد بھی ہے، کہتے ہیں کہ: یہ اس شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد تھی، باہر سے ہم کو دیکھنے کا موقع ملا، اندر سے دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا، بہت ہی وسیع ہے، اس وقت یہ چرچ میں تبدیل کردی گئی ہے، تقریباً ہمارے جامعہ کی مسجد سے 10 یا 15 گنا بڑی ہوگی اور اونچائی بھی تقریباً ڈھائی یا تین گنا بڑی ہے، اس وقت یہ عالی شان چرچ ہے، کسی زمانے میں یہاں پر جامع مسجد اشبیلیہ تھی۔

ٹرام ریلوے

اس کے بعد ہم نے ٹرام ریلوے دیکھی، اس سے پہلے ہم نے کلکتہ میں بھی دیکھی ہے، جب میرے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ڈھاکہ میں رمضان گزارا تھا

اس وقت کلکتہ میں ہم نے دیکھی تھی ؛لیکن وہ تو ایسی ہی سیدھی سادی ؛ مگر یہاں پر ہم نے جو ٹرام ریلوے دیکھی وہ اصلی ٹرام تھی، بہترین انداز کی، اس میں ریل کی پٹریاں روڈ پر ہی ہوتی ہے، جہاں کار اور بس چلتی ہیں وہی پر یہ چلتی ہیں اور اوپر تار لگے ہوئے ہوتے ہیں، ٹریفک ہو تو رک بھی جاتی ہے اور موقع ملنے پر چلتی بھی رہتی ہے۔

زیتون کی خریداری

پھر ہم ''مسجد الہدایہ'' پہنچے، کافی شام ہو چکی تھی، جب ہم مسجد پہنچے تو میں نے سوچا کہ ساتھ لے جانے کے لیے زیتون خرید لیں ؛ کیوں کہ اسی وقت میں نے فون پر بارڈولی بات کی تو وہاں سے بھی تقاضا ہوا کہ وہاں کے زیتون ضرور لائیں۔

ہم زیتون خریدنے کے لیے نکلے تو راستے میں پتہ چلا کہ یہاں پر کسی اردو جاننے والے بھائی کی دکان ہے، ہم بہت شوق سے چلے کہ ملاقات کریں کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

جب ہم وہاں پر پہنچے تو ایک بڑی دکان (Shop) تھی اور اس میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی، وہ سمجھی کہ تبلیغی جماعت آئی ہے، واقعی ہم جماعت ہی میں تھے۔

اس نے کہا کہ: ہمارے شوہر تو عشا میں آئیں گے۔

ہم نے اس کے ساتھ کچھ مذاکرہ کیا اور کہا کہ: آپ کے شوہر آئیں تو عشا میں مسجد بھیجئے، ہم لوگ برطانیہ سے آئے ہوئے ہیں، اصلاً ہم لوگ ہندوستانی ہیں۔

بات چیت سے پتہ چلا کہ وہ پاکستانی ہیں اور یہاں کاروبار کی غرض سے آئے ہوئے ہیں۔

ہوٹل کے مقابلے میں مسجد میں قیام زیادہ پسندیدہ

رات ہم نے مسجد میں گزاری، یہاں پر وہ محمد جو "ڈیوزبری" میں پڑھتے ہیں ان کے والد صاحب نے بڑی محبت کا سلوک کیا، ہمارے ساتھ کھانا تو تھا ہی، ان کے گھر سے بھی کھانا آ گیا، بالکل عربی انداز کا سیدھا سادہ کھانا، ہم نے عربی کھانے کے شوق اور ان کی دل جوئی کی خاطر اس میں سے دو چار لقمے کھا لیے۔

بہر حال! اس مسجد میں ہم نے دوسری رات گزاری اور ہمیں ہوٹل میں قیام کرنے کے مقابلے میں ایسے سیدھے سادے جماعت خانے میں قیام کرنا زیادہ پسند آیا؛ چوں کہ اس میں پانچوں نمازوں میں مختلف عرب بھائیوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام رہا، تعلیم کے حلقے بھی ہوتے، عبادت خانہ بھی خوب آباد رہا۔

دینی بات کرنے کی سعادت

مراکشی عرب حضرات نے بہت اصرار کیا کہ آپ لوگ آئے ہیں تو کچھ بیان ہو جائے تو فجر کے بعد دس پندرہ منٹ عربی زبان میں ان کے سامنے کچھ گفتگو بھی کی؛ چوں کہ ماضی قریب ہی میں "نیوزی لینڈ" کا سفر ہوا تھا اور وہاں پر بھی عرب حضرات کثیر تعداد میں تھے تو ان کے سامنے روزانہ فجر کے بعد عربی زبان میں بیان ہوتا تھا؛ اس لیے کچھ مشق تازہ ہو گئی تھی۔

پھر شام میں حضرت کو اصرار کیا تو حضرت نے بھی ایک نماز کے بعد مختصر عربی

زبان میں ان عرب بھائیوں کے سامنے خطاب کیا اور پھر تشکیل بھی ہوئی، میرے مرحوم بھائی مولوی محمد تبلیغی عربی زبان اچھی بول لیتے تھے، انھوں نے عربی میں تشکیل اور دعوت وتبلیغ کے کام کی ترتیب سمجھائی۔

اسپین کے اس سفر کا آخری دن: جمعہ

آئندہ کل جمعہ کا دن تھا، مشورہ میں یہ طے ہوا کہ علی الصباح ''جبلِ طارق'' پر جائیں اور پھر راستے میں ''مالقہ'' شہر آئے گا، ''ابن المدینی'' آئے گا اور پھر شام کو ہم غرناطہ پہنچ جائیں گے؛ اس لیے کہ اسی دن شام کو ہمارا لنڈن کے لیے واپسی کا فلائٹ تھا، ہم لوگ علی الصباح مشورہ کے مطابق نکلے۔

ایک دارالعلوم کے مہتمم کا اپنے ہاتھ سے کھانا پکانا

اب ہمارے پاس لنڈن کا پکا پکایا کھانا ختم ہو چکا تھا تو دارالعلوم لیسٹر کے مہتمم مولانا اسماعیل صاحب نے اشبیلیہ میں بہترین دال چاول پکائے اور کچھ سبزی بھی پکائی، میں نے کہا: مہتمم صاحب! آپ نے تو غضب کر دیا!

وہ مجھے ایک دن کا قصہ سنانے لگے کہ: ایک دن ہمارے دارالعلوم کا باورچی بھاگ گیا، طلبہ کے لیے میں نے ہی کھانا پکایا تو طلبہ کہنے لگے کہ: ایسا کھانا تو باورچی بھی نہیں پکاتا تھا، آج تو باورچی سے بھی زیادہ لذیذ پکا ہے۔

میں نے ازراہِ ظرافت کہا کہ: اللہ تعالیٰ ہر مہتمم کو ایسی توفیق دے کہ وہ بوقتِ ضرورت مدرسہ کی ہر خدمت کر سکیں۔

جب کھانا تیار ہو چکا تو ہم نے ڈبوں میں بھر لیا اور اولِ وقت فجر کی نماز پڑھ کر ہم لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے، محمد کے والد نے ہمارے ساتھ بڑی شفقت کی، بڑی خیر خواہی کا معاملہ کیا اور بہت دعائیں دیں، اس کے بعد ہم روانہ ہوئے۔

حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ کا عمل

میرے دوست مرحوم مولانا فضیل احمد گورکھپوری سابق ناظمِ عمومی جمعیتِ علمائے ہند نے اپنے ہتھوڑہ باندہ کے زمانۂ طالب علمی کا عجیب واقعہ سنایا تھا، اس زمانے میں ہتھوڑا باندہ کا مدرسہ ابتدائی مرحلے میں تھا، مدرسے کے بجٹ میں بیت الخلاوغیرہ کی صفائی کے لیے ملازم رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

لیکن عجیب بات یہ تھی کہ صبح سویرے جب طلبہ اٹھتے تو مدرسے کے بیت الخلا وغیرہ کو صاف ستھرا پاتے۔

مولانا مرحوم سناتے تھے کہ: بچے آپس میں بات کرتے کہ مدرسے میں کوئی مستقل صفائی کا خادم نہیں ہے اور رات دیر سے ہم تکرار و مطالعہ سے فارغ ہو کر سونے سے قبل استنجا خانہ دیکھ کر جاتے ہیں، صبح سویرے بالکل صاف پاتے ہیں۔

ہم دو تین طلبہ نے ایک رات چھپ کر پتہ لگانے کی کوشش کی، ہم حیران رہ گئے کہ تقریباً رات دو بجے کے بعد جب مدرسے میں عام طور پر سناٹا ہوتا ہے، حضرت قاری صدیق صاحبؒ خود چپکے سے مکان سے تشریف لائے اور بیت الخلاوغیرہ کی صفائی کر رہے ہیں، ہم پہنچ گئے تو حضرت نے فرمایا: بچو! ابھی مدرسے کے پاس گنجائش نہیں ہے؛ اس لیے میں خود ہی صفائی کر دیتا ہوں، کسی کو میرا یہ عمل نہ بتانا۔

مساجد میں کچن اور ضروری طعام کا سامان

بیرون ممالک میں کئی جگہوں پر یہ بات دیکھنے میں آئی کہ مسجد سے متصل ایک چھوٹا سا کچن ہوتا ہے، اس میں ضروری کھانے پکانے کا سامان ہوتا ہے، آنے والے مسافروں کو اور تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کو بڑی سہولت ہو جاتی ہے، یہ ایک مناسب چیز ہے۔

جبلِ طارق کی طرف

ہم وہاں سے ''جبلِ طارق'' جانے کے لیے روانہ ہوئے، تقریباً دو ڈھائی گھنٹے کا سفر کر کے ہم نو بجے کے قریب ''جبلِ طارق'' پہنچے۔

جبلِ طارق آج بھی یورپ کے قبضے میں

''جبلِ طارق'' والا حصہ اسپین کا ہی ہے؛ لیکن اب تک وہ برطانیہ کے قبضے میں ہے، وہاں پر انگلینڈ کی حکومت ہے، اس لیے جب ہم وہاں پہنچے تو باقاعدہ ہمارا امیگریشن ہوا، پاسپورٹ میں ویزا کی چیکنگ ہوئی، کسٹم ہوا اور ہمارے پاسپورٹ پر ایک مہر لگائی گئی۔

جب ہم چیک پوسٹ سے آگے بڑھے تو بالکل انگلینڈ جیسا منظر تھا، وہاں کی پولیس کا جو یونیفارم ہے وہ برطانیہ کی پولیس کا تھا، یہاں پر بھی پاؤنڈ کی کرنسی اور انگریزی میں بورڈ لگے ہوئے تھے، ایک چھوٹا سا شہر ہے؛ لیکن انگلینڈ نے اتنا حصہ اپنے قبضے میں رکھا ہے۔

ہم نے تحقیق کی کہ یہ کیسے ہوگیا؟

معلوم ہوا کہ پہلی عالمی جنگ کے موقع پر برطانیہ نے اسپین پر یہ دباؤ ڈالا کہ مسلمان کسی زمانے میں اسی راستے سے یورپ میں داخل ہوئے تھے؛ یعنی مراکش سے ہوکر ''جبلِ طارق'' کے راستے سے یورپ میں آئے تھے تو کہیں یہ تاریخ دوبارہ دہرائی نہ جائے؛ چوں کہ انگریز بڑی چالاک قوم ہے۔

اور اسی دور میں فرانس اور جرمنی پر بھی حملہ ہوا تھا؛ اس لیے برطانیہ نے اسپین پر دباؤ ڈال کر یہ ''جبلِ طارق'' والا حصہ اپنے قبضے میں لے لیا؛ تاکہ مسلمان یہاں سے گھس نہ سکیں۔

بہر حال! ہم قریب پہنچے اور جس کو دیکھنے کی ایک طویل مدت سے آرزو تھی کہ ''جبلِ طارق'' کو ہم اپنی آنکھ سے دیکھیں، اللہ تعالیٰ نے وہ موقع ہمیں فراہم فرمادیا، ہم نے ایک جگہ پر گاڑیاں پارک کردیں اور وہاں پر چھوٹا سا ائیر پورٹ بھی ہے، رنوے (Runway) بھی ہے؛ چوں کہ انگلینڈ کا قبضہ ہے؛ اس لیے اس نے اپنے جہازوں کے لیے ایک چھوٹا سا ائیر پورٹ بھی بنا رکھا ہے اور ''جبلِ طارق'' پر انھوں نے جابجا اپنی ٹینکیں اور توپیں لگا رکھی ہیں۔

''جبلِ طارق'' پر چڑھنے کے لیے ایک تو کار کا راستہ ہے اور ایک کیبل کار کا راستہ ہے، ہم نے اسی کو پسند کیا کہ ذرا کیبل کار سے بیٹھ کر جائیں، ہم نے ہر فرد کی اٹھارہ یورو (Euro) میں ٹکٹ خریدی، اس طرح کل بارہ ساتھیوں کی ٹکٹ خریدی اور ہم کیبل کار میں بیٹھ کر ''جبلِ طارق'' پر پہنچے۔

اس وقت جبلِ طارق پر حکومت

یہ بھی عجیب بات ہے کہ ''جبلِ طارق'' اور اس کے اردگرد کا حصہ برطانیہ کی حکومت کے زیرِ انتظام ہے اور اس کے نمایاں اثرات ہر چیز پر نظر آتے ہیں۔

مثلاً جب جبلِ طارق جانا ہو تو وہاں برطانوی ویزا دیکھا جاتا ہے، جبکہ اسپین کے ویزا کے لیے سینگن ویزا سے کام چل جاتا ہے۔ اس خاص حصے میں پولیس کی وردی برطانوی پولیس والی ہے، برطانوی پرچم لہراتے نظر آتے ہیں، یورپ میں ''یورو'' کرنسی ہے، لیکن جبلِ طارق پر ''پاؤنڈ'' کی کرنسی رائج ہے، فوج بھی برطانوی لباس میں نظر آتی ہے۔

یہاں ایک چھوٹا سا ہوائی اڈہ ہے اور جگہ کی قلت کی وجہ سے ہوائی جہاز کے لیے جو ''رن وے'' ہوتا ہے وہ بھی عام سڑک کا ایک حصہ ہے، جب جہاز اڑتا ہے یا اترتا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے ٹرافک روک لیتے ہیں، جیسے ہمارے یہاں راستوں پر ریلوے کی پٹڑی ہوتی ہے، جب ٹرین گزرنے والی ہوتی ہے تب پھاٹک بند کر دی جاتی ہے، ٹرین گذرنے کے بعد اس کو کھول دیا جاتا ہے، بس اسی طرح کا وہاں ایک چھوٹا سا ہوائی اڈہ ہے۔

آبادی بھی اتنی خاص نہیں ہے، بس فوج اور پولیس ہے، ایسا لگتا ہے کہ اس وقت امکانی تو نہیں، صرف خیالی یا تاریخی ذہنی اندیشوں کی وجہ سے خطرات سے بچنے کے لیے یہ حفاظتی نظم ہے۔

جبلِ طارق پر ایک قدیم دور کی بنی ہوئی مسجد ہے، مسجد میں دو رکعت ادا کرنے

کی سعادت حاصل ہوئی، یہاں باقاعدہ پنج گانہ نماز کا نظم نہیں ہے، بس ایک یا دو نمازیں ہی ہوتی ہیں۔

جبلِ طارق پر جانے کے لیے راستے بھی بنے ہوئے ہیں، جب اوپر چڑھتے ہیں تو وہاں سے دور دور تک سمندر کا منظر بڑا دل کش معلوم ہوتا ہے۔

جبلِ طارق کے قریب بحیرۂ روم تنگ ہو کر ایک چھوٹی سے آبنائے میں تبدیل ہو جاتا ہے جبکہ وہ راستہ اٹلانٹک میں جا کر گرتا ہے، اسی آبنائے کو آج کل جبلِ طارق کہتے ہیں۔

ہم لوگ جبلِ طارق سے مراکش آنے جانے والی کشتیوں کو دیکھ رہے تھے اور تاریخ کی یادیں دماغ میں سیر کر رہی تھیں کہ انہیں راستوں سے طارق بن زیاد آئے تھے جنھوں نے اندلس کی تاریخ بدل دی تھی۔

جبلِ طارق کا عجیب پر کیف منظر

ایک عجیب روحانی پر کیف منظر تھا، ایک تو جمعہ کا دن اور ساتھ ہی ''جبلِ طارق'' کی حاضری؛ اس لیے ہمارے دلوں میں عجیب وغریب جذبات امنڈ رہے تھے، ایک طرف زمین جو اسپین کو ''جبلِ طارق'' سے جوڑتی ہے، باقی تینوں طرف ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

وہاں جو بندرگاہ ہے وہاں سے اسٹیمریں مراکش کے لیے چلا کرتی ہیں، تقریباً تیئیس (۲۳) دریائی کلومیٹر کا فاصلہ ہے جو دوڈھائی گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔

آنے جانے والی اسٹیمروں پر ہماری نظر تھی، دل میں یہ ہوا کہ یہی وہ راستہ

ہے جہاں سے طارق ابن زیاد ایک روز دین کے متوالوں کو لے کر یہاں پر پہنچے تھے اور اسی سمندر کے متعلق ان کو خواب میں بشارت ہوئی تھی اور نبیٔ اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین اور اجلۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کو انھوں نے اسی پانی پر چلتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہاں پر جو قدیم مسجد ہے اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اسی جگہ پر حضرت طارق ابن زیادؒ نے اسپین کی سرزمین پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کو خطاب کیا تھا اور اسی جگہ پر بعد میں یہ مسجد تعمیر ہوئی، جو قدیم پتھروں کی بنی ہوئی ہے، اگرچہ ایک اور جدید مسجد بھی اس وقت ''جبلِ طارق'' پر بنی ہوئی ہے۔

ہم تقریباً دو گھنٹے وہاں پر رہے اور کچھ ناشتہ بھی کیا، ''جبلِ طارق'' کی تصویریں بھی ہم نے خریدی؛ چوں کہ جمعہ کا دن تھا اس لیے ہم لوگ ''جبلِ طارق'' سے نیچے آئے اور ہم گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

ابن المدینی کی طرف

ہم نے سوچا کہ ابن المدینی یا ''مالقہ'' پہنچ کر جمعہ پڑھیں گے، ماشاء اللہ! دونوں ساتھیوں نے بہت تیز ڈرائیونگ کی اور ہم عافیت سے ابن المدینی پہنچ گئے۔

وہاں پر الحمدللہ! دو مسجدیں آباد ہیں، ہم ''مسجدِ شناء'' پہنچے، جمعہ کی اذان ہو چکی تھی اور خطبہ بھی شروع ہو چکا تھا، ہم نے جلدی سے وضو کیا اور مسجد میں گئے۔

جمعہ کے خطبے میں ہمارا تذکرہ

خطیب شیخ صاحب نے ہم کو دیکھ کر خطبہ طویل کر دیا؛ چوں کہ یہ شعبان کا آخری

جمعہ تھا اور اگلا جمعہ رمضان میں واقع ہونے والا تھا؛ اس لیے شیخ نے اسی مضمون پر خطبہ دیا، بہت ہی فصیح وبلیغ الفاظ میں خطبہ ہو رہا تھا۔

ہم کو دیکھ کر انھوں نے خطبۂ ثانیہ میں ہمارا تذکرہ کیا کہ اللہ کے راستے میں ایک جماعت آئی ہوئی ہے اور انھوں نے ہمارے لیے سفر کی عافیت کی باقاعدہ خطبے میں دعا کی۔ یہ عربوں کا طرۂ امتیاز ہے۔

تقریباً ایک گھنٹے تک خطبہ دیا، پھر نماز ہوئی۔

امام صاحب سے ملاقات اور پر لطف کھانا

نماز کے بعد کئی عرب بھائیوں سے ملاقات ہوئی، شیخ سے بھی ملاقات ہوئی، پھر ہم کھانے کے لیے بیٹھے تو شیخ اپنے کمرے میں گئے اور خالص زیتون کے تیل میں پکے ہوئے کئی انڈے لے کر آئے اور وہ بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے، بڑا لطف آیا، ہمارا کھانا تو ایک طرف رہ گیا، ہم تو شیخ کے انڈے ہی کھاتے رہے؛ چوں کہ خالص زیتون میں پکے ہوئے اور وہ بھی شیخ کے ہاتھ کے پکے ہوئے۔

امام صاحب نے عجیب داستانیں سنائی

دورانِ گفتگو انھوں نے ایک عجیب بات سنائی کہ: میرا نام ہے الشیخ ادریس الشریف۔

شریف عربی زبان میں سید خاندان کو کہتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ: ہم اصلاً مکہ کے باشندے ہیں اور ہمارے آباواجداد مکہ

کے تھے؛ مگر جس دور میں اندلس میں اسلامی حکومت قائم تھی اس وقت ہمارے آباو اجداد مکہ سے اندلس آئے تھے، ان کی آمد کا مقصد خالص دینی خدمات تھا؛ لیکن جب ہماری حکومت کا خاتمہ ہوا تو ہمارے آبا واجداد اپنے ایمان کو بچانے کے لیے مراکش منتقل ہو گئے تھے؛ اس لیے ہمارے خاندان میں ایمان باقی رہ گیا۔

شیخ ہم کو داستانیں سنا رہے تھے کہ ہمارے خاندان میں جو روایتیں آج کل چل رہی ہیں اس میں یہ ہے کہ:

جب اسپین سے ہماری حکومت کا خاتمہ ہوا تو مسلمانوں کے سامنے عیسائیوں نے دو ہی راستے رکھے: یا تو عیسائی مذہب اپنا لیں یا تو ملک چھوڑ کر چلے جائیں؛ ورنہ قتل کر دیے جاتے؛ حالاں کہ معاہدہ میں فرڈی ننڈ (Ferdinand) بادشاہ کے ساتھ یہ طے ہوا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے مذہب کے معاملہ میں آزادی دی جائے گی، کوئی پابندی نہ ہوگی، ایک تحریری معاہدہ ہوا تھا۔

لیکن پھر بھی انھوں نے اقتدار سنبھالتے ہی مظالم شروع کر دیے، قتلِ عام کیا گیا اور اسی قتلِ عام کے خوف سے بہت سے مسلمان زبردستی عیسائی بن گئے۔

اس کا اثر آج تک وہاں کی نسلوں میں نظر آتا ہے کہ پورے یورپ میں جو گورے ہیں وہ بالکل سفید ہیں اور اسپین میں جو گورے ہیں وہ گندمی مائل ہیں؛ گویا کہ عربی النسل ہونے کا اثر ان میں اب تک نمایاں ہے۔

شیخ کہنے لگے کہ: اسلامی دور میں غرناطہ اور قرطبہ میں میرے خاندان کی جو جائدادیں تھیں میرے پاس آج تک اس کے دستاویز موجود ہیں؛ لیکن افسوس کہ آج

ہمارا حق دلانے والا اس سرزمین پر کوئی نہیں۔

شیخ نے فرمایا کہ: ابھی ابھی چند سال سے یہاں مراکشی عرب تجارت کی نیت سے، ملازمت کی نیت سے آرہے ہیں، ان کے ساتھ ساتھ ہم لوگ بھی یہاں آگئے اور میں یہاں پر امامت کی خدمت انجام دیتا ہوں۔

واقعی بہت ہی شریف الطبع تھے، سادات خاندان کی جو شان ہوتی ہے ویسا تقویٰ، ویسی صلاح، نورانی چہرہ اور ویسی مہمان نوازی شیخ ادریس کے اندر ہم نے پائی، بڑی محبت سے انھوں نے ہمارے ساتھ برتاؤ کیا، بہت شفقت سے پیش آئے اور ہم سے دعائیں بھی کروائیں، چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بڑے اہتمام سے ان کے لیے دعا کی، ان کی ایک اہم ضرورت تھی جس کے لیے انھوں نے درخواست کی کہ اس مسئلے کے لیے آپ دعا کردیں۔

مسجد کی دیواروں کے رونے کا واقعہ

بہر حال! شیخ کے ساتھ بہت دیر تک بات چیت ہوئی۔

انھوں نے ہمیں ایک عجیب قصہ سنایا کہ: آج سے کچھ سال پہلے ''پرتگال'' سے ایک جماعت آئی تھی، پرتگال تو متصل ملک ہے؛ اس لیے وہ اپنی گاڑیوں میں آئے تھے، یہ جماعت ڈھونڈتی تھی کہ کہیں مسلمان مل جائے؛ تاکہ ان کی ملاقات کریں اور ان تک دین کی بات پہنچائیں، دورانِ سفر اس جماعت نے ایک کھنڈر اور ویران مسجد میں قیام کیا اور انھوں نے مشورہ کیا کہ ہمیں یہاں پر اذان دینی چاہیے اور نماز پڑھنی چاہیے۔

ساتھیوں نے وہاں پر دو رکعت نفل ادا کی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ساتھیوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار تمام ساتھی زار و قطار رونے لگے اور جب تمام ساتھی رونے لگے تو مسجد کی دیواروں سے بھی رونے کی آواز آنے لگی اور پوری جماعت کے ساتھیوں نے مسجد کی دیواروں کے رونے کی آواز سنی۔

یہ واقعہ بندے نے ''پرتگال'' اور برطانیہ میں جن الفاظ میں سنا وہ بھی پیش خدمت ہے:

''اندلس'' کا جو نقشہ اسلامی دورِ حکومت میں تھا وہ بڑا وسیع تھا، واقعات اور احوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید موجودہ پرتگال اور فرانس کا کچھ حصہ بھی قدیم اسلامی اندلس میں شامل تھا۔

بعض حضرات کی رائے تو یہاں تک ہے کہ موجودہ پیرس (Paris) سے تقریباً تین سو (300) میل دور تک شاید اسلامی اندلس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔

جس وقت ہم برطانیہ سے اسپین جا رہے تھے اس وقت ایک واقعہ ہم کو برطانیہ میں بہت سے دین دار حضرات نے سنایا اور بعد میں پرتگال کے سفر کے موقع پر بھی وہاں کے دین دار حضرات نے یہ واقعہ سنایا کہ:

پرتگال سے ایک تبلیغی جماعت کاروں کے ذریعہ اسپین پہونچی، ان کی فکر یہ تھی کہ مسلمانوں کو تلاش کریں اور ان کو دین کی دعوت پہنچائیں اور سقوطِ اندلس کے دور میں جن مسلمانوں کی نسلوں کو عیسائی بنا دیا گیا ہے ان کو بھی دعوت دینے کی کوشش کی جائے، دورانِ سفر وہ لوگ اسپین میں ایک جگہ رُکے، تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ یہاں

ایک قدیم ترین عمارت ہے جو اسلامی دور میں مسجد تھی اور اب ویران ہے، جماعت کے احباب اس عمارت کے پاس گئے اور اندر داخل ہوئے، صاف صفائی کر کے اذان پڑھی اور باجماعت نماز ادا کی تو دیکھنے میں آیا کہ اس مسجد کی دیوار سے بڑی مقدار میں آنسو کے قطرات کی طرح پانی کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔

گویا کہ ان دیواروں کو بھی رونا آ گیا کہ صدیوں کے بعد اس میں اذان و اقامت اور نماز ہوئی۔

ایسے تو دنیا کی ہر چیز میں حیات کا ہونا اور اس کا تسبیح پڑھنا خود قرآن سے ثابت ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ (بنی اسرائیل:۴۴)

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہیں وہ سب اس اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور ہر چیز اس (اللہ تعالیٰ) کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے؛ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو، یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے حلیم، بہت معاف کرنے والے ہیں۔

غسلِ جنابت اسلام کی علامت

سقوطِ اندلس کے زمانے میں مسلمانوں کو قتل کیا گیا یا بھگا دیا گیا یا زبردستی عیسائی بنا دیا گیا، بہت سے ایسے واقعات سننے کو ملتے ہیں کہ مسلمانوں کو مجبوری میں

اپنے ایمان کو چھپا کر زندگی گزارنی پڑی، اس زمانے میں مختلف حیلوں سے مسلمانوں کی شناخت کی کوشش کی جاتی تھی؛ تاکہ ان کو مرتد بنایا جائے یا قتل کیا جائے۔

ان ہی میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ صبح سویرے یا آدھی رات کے وقت خفیہ پولیس کے لوگ محلوں میں چکر لگاتے اور غسل کرنے کی آواز پر دھیان دیتے، جس کے گھر رات کے وقت غسل کی آواز آتی تو وہ سمجھ جاتے کہ یہ کسی مسلمان کا گھر ہے جو اپنا ایمان چھپا رہا ہے اور پھر ان کے ساتھ سختیاں شروع ہو جاتیں، اس کے لیے اڑوس پڑوس میں رہنے والے عیسائی لوگ بھی جاسوسی کر کے حکومت کو بات پہنچاتے کہ ان کے یہاں کسی طرح کی اسلامی علامت ہے، پھر ان پر زیادتیاں ہوتیں۔

قدیم دور سے آج تک دھوکا دہی کی ایک عجیب شکل آسمانی نصرت کا نام

سقوطِ اندلس کے آخری ایام میں عیسائی چال بازوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی ایک عجیب ترکیب بنائی، مسلمانوں کو غفلت میں ڈالنے کے لیے عجیب وغریب پروپیگنڈہ کیا، حیرت اور تعجب کے انداز میں انھوں نے ایک بات پھیلانی شروع کی کہ جب ہم مسلمانوں کے علاقوں میں رات کے وقت حملہ کرنے کے لیے آتے ہیں تو ہمیں آسمان سے فرشتے اترتے نظر آتے ہیں جو ہرے عماموں میں ملبوس گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور ہتھیار لے کر مسلمانوں کے محلوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

بس! یہ باتیں سنی تھیں کہ مسلمان مطمئن ہو کر خوابِ غفلت میں مبتلا ہو گئے۔

ضرور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کی نصرت آسکتی ہے؛ لیکن اس کے لیے ہم شرط تو پوری کریں:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو	اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

بس! مسلمانوں کی میٹھی نیند کا عیسائیوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور مسلم علاقوں اور محلوں کو تباہ و برباد کرنے میں انھیں کسی مزاحمت کا سامنا نہ رہا۔

شاید اس قسم کی شاطرانہ باتیں اور چالیں آج بھی دشمنانِ اسلام مسلمانوں پر آزماتے ہیں اور یہ بھولے بھالے ان باتوں کو سمجھ نہیں پاتا۔

قدیم دستاویز اب تک موجود ہیں

قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ میں مقیم بعض مراکشی مسلمانوں سے پتہ چلا کہ جو مسلمان اسلامی دور میں اسپین میں مقیم تھے اور پھر اسپین سے مراکش جانے میں کامیاب ہو گئے تھے، ان کی آل و اولاد کے پاس اب تک اسلامی دور کے بنے ہوئے دستاویز موجود ہیں، یعنی زمینیں، مکان کی ملکیت ان کے نام پر ہے، اس دور کی تحریرات اب تک موجود ہیں اور برطانیہ سے مراکش آنے جانے والے بعض حضرات سے بھی یہ بات سننے کو ملی۔

مالقہ کی طرف (Malaga)

بہر حال! ہم لوگ ''ابن المدینی'' سے ''مالقہ'' جو وہاں کا مشہور صنعتی شہر ہے، وہاں کی بندرگاہ بہت مشہور ہے۔

کہتے ہیں کہ: ''مالقہ'' اسلامی دور میں بھی پورے اسپین کی بندرگاہ تھی۔

یہ شہر اس وقت تو عیاشی کا مرکز بنا ہوا ہے، یورپ سے لوگ باقاعدہ یہاں پر عیاشی کرنے آتے ہیں؛ چوں کہ یہاں کا سمندر بہت خوب صورت ہے۔

ہم لوگ نماز سے فارغ ہو کر ابن المدینی سے مالقہ شہر پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے واپس ہوئے اور بھی بہت سے قدرتی حسین اور خوب صورت پہاڑ اور اسلامی نام والے شہروں سے گذر ہوا۔

ہم لوگ بحمد اللہ! عصر تک غرناطہ پہنچ گئے، وہاں پہونچنے کے بعد کرائے کی گاڑیاں ہم نے ان کمپنیوں کے حوالے کیں اور چوں کہ ابھی ہوائی جہاز میں کچھ وقت تھا؛ اس لیے ہم لوگ ہوائی اڈے کے باہر ٹہلتے رہے اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی زبان پر بار بار علامہ اقبال کے اشعار دہراتے رہے:

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا	مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے	آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا	ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں	خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری	تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم	سو بار کرچکا ہے تو امتحاں ہمارا
اے گلستانِ اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو	تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو	اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک! تیری حرمت پہ کٹ مریں ہم	ہے خون تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

اس کا نام ہے باقی آرامِ جاں ہمارا	سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز ہمارا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا	اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا

یہ اشعار حضرت پڑھتے تھے اور واقعی کوئی ساتھی ایسا نہیں ہوگا کہ جس کو رونا نہ آیا ہو کہ کتنی عالیشان تھی ہماری حکومت اور آج کوئی اللہ کا نام لینے والا یہاں پر موجود نہیں۔

بعض متفرق حالات

عربی لباس اور کاتب صاحب

دورانِ سفر ہم نے بعض جگہوں پر عربی کپڑوں کی دکانیں بھی دیکھیں، اس کی دو وجہیں ہیں: ایک تو یہ کہ چند عرب مصر فلسطین اور مراکش سے ملازمت کی غرض سے آکر یہاں بس گئے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو عیسائی اس وقت ہیں ان میں بعض نسلاً مسلمان ہیں تو ان میں خاندانی طور پر عربی لباس کی طرف کچھ فطری میلان بھی ہے جو اب تک چلا آرہا ہے۔

اشبیلیہ میں تو ایک عربی کاتب کو بھی دیکھا، وہ بہترین کتابت کرتا تھا، لوگ اس کے پاس آتے تھے اور چابی کی رِنگ وغیرہ پر عربی میں لکھواتے تھے۔

مرتب اور منظم شہروں کی گلیاں

پورے اسپین کے جتنے بھی شہروں کو ہم نے دیکھا بہت ہی مرتب، عمدہ انداز میں محلے اور گلیاں بنی ہوئی ہیں جو اسلامی حکومت کی یادگار ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے

دورِ حکومت میں بہت ہی مرتب انداز میں آباد کی تھیں، راستے کے دونوں طرف بڑے اہتمام سے انھوں نے پھل اور پھول لگوائے تھے، پہلے بھی میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ سنترے تو راستے پر ہوتے ہیں، جہاں جاؤ ہاتھ بڑھاؤ اور جتنا کھانا ہو کھاؤ، اسی طرح پورے ملک میں ناسپتی، انجیر، گیہوں، زیتون، کھجور، انانس (Pineapple) مد بڑ کے درخت بکثرت لگے ہوئے ہیں۔

اور آج بھی یہاں پر پرانے انداز کے کھپریل کے مکانات دیکھنے کو ملتے ہیں اور بعض جگہوں پر جیسا کہ غرناطہ اور قرطبہ میں دیکھا کہ پہاڑوں کو کھود کر مکانات بنائے جاتے ہیں اور لوگ اس میں رہتے ہیں، بتایا گیا کہ یہ غریبوں کے مکانات ہیں:

وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ ۝ (الشعراء: ۱۴۹)

ترجمہ: اور کیا تم پہاڑوں کو تراش کر بڑے ناز کے ساتھ (اتراتے ہوئے) گھر بناتے رہو گے؟ (ایک معنیٰ ’’ماہرین‘‘ بھی ہیں۔ وہ اس طرح کے مکانات بنانے میں بڑے ماہر تھے)۔

اس آیت کا مظہر پہلی مرتبہ اسپین میں دیکھا۔

علامہ ابن رشد اندلسی کا مجسمہ

جامعِ قرطبہ کے باہر ایک بڑا مجسمہ ہے، اس کے نیچے لکھا ہوا ہے ’’ابوالولید محمد ابن الرشد‘‘ یعنی ابن رشد اندلسی کا وہ مجسمہ ہے؛ کیوں کہ وہ اصلاً قرطبہ کے رہنے والے تھے؛ عجیب بات یہ ہے کہ اسی علامہ ابن رشد کے نام سے ان کے دادا بھی مشہور ہے جو مسلکاً مالکی تھے؛ مگر آج حدیث پڑھانے والا کوئی بھی ان سے مستغنی نہیں ہے۔

اس مجسمے پر ان کی ولادت بھی لکھی ہوئی ہے ۱۱۲۶ء میں قرطبہ میں ولادت ہوئی اور ۱۱۸۶ء میں مراکش میں وفات پائی۔

ابن رشد اسپین کے مسلمان فلسفیوں کی فہرست میں ایک بڑا ہی روشن نام ہے، اس زمانے کے تمام جدید علوم میں مہارت رکھتے تھے؛ بلکہ موجودہ زمانے کی علمی ترقی اور فکری انقلاب حقیقت میں ابن رشد ہی کے علمی کارناموں کا عملی نتیجہ ہے؛ اس لیے اسپین والوں نے یادگار کے طور پر آج بھی ان کا مجسمہ باقی رکھا ہے۔

شہروں اور محلوں کے عربی نام

یہاں شہروں اور محلوں کے نام بھی آج تک عربی میں رائج ہے، مثلاً ہم نے اشبیلیہ میں ایک ہسپتال دیکھا کہ اس پر لکھا ہوا تھا ''کلینکا دی فاطمہ'' کلینک انگریزی میں چھوٹے سے دوا خانے کو کہتے ہیں۔

ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا ''لیگوا ڈی مدینہ'' (Legva De Madina)۔

جبلِ طارق کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں ہے ''القدسیہ'' (Al Caipesia)۔

ایک اور گاؤں دیکھا ''الزبال'' (Al Zebal) جو جبلِ طارق سے بالکل متصل ہے۔

ایک بستی کا نام تھا ''الجزیرہ''۔

ایک عالی شان عمارت پر لکھا ہوا تھا ''المنزلون'' (Al-Munozleon)، میں نے سوچا کہ ہمارے دور میں یہ کوئی مسافر خانہ رہا ہوگا یا مہمان خانہ ہوگا۔

ایک جگہ دیکھا ''المحاد مسجد''۔ میں نے سوچا: ہوسکتا ہے مسجد کا اصل نام ''محمد

مسجد“ ہو۔

گویا کہ عربی نام بکثرت رائج ہے۔

اس طرح کے کئی عربی الفاظ دیکھنے کو ملے اور عربی زبان کے ”ال“ سے کثرت سے ہسپانوی الفاظ شروع ہوتے ہیں۔

یہاں لوگوں کے رنگوں میں سفیدی و سرخی ہے، جو عربی الاصل ہونے کی یاد زندہ کرتی ہے۔

مسلمان سقوطِ اندلس کے بعد لاطینی ممالک کی طرف

سقوطِ اندلس کے دور میں بہت سارے لوگ یہاں کے ساحلی راستے سے ”لاطینی امریکہ“ کے ممالک چلے گئے۔

اس لیے آج تک ان ممالک میں ہسپانوی عربی نسل کے لوگ بہت زیادہ دیکھنے کو ملتے ہیں، خاص کر ”پناما“ میں اسپین کے لوگوں کی نسل بہت زیادہ ہے اور ہمارے گجراتی لوگ جو وہاں مقیم ہیں وہ عجیب طرح کے واقعات سناتے ہیں کہ عیسائی بڑے، بوڑھے ہمارے لوگوں کو کہتے ہیں کہ: ہم خاندانی مسلمان ہیں۔

ہمارے لوگ جب پھیری کے کاروبار میں جاتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں تو پہلے کئی بڑے، بوڑھے شہادت دیا کرتے تھے کہ: ہمارے دادا، نانا، دادی، نانی، تمھاری طرح نماز پڑھتے تھے، مسلمان تھے؛ لیکن محنت نہ ہونے کی وجہ سے اب ان کی نسلیں صرف ظاہر میں مسلمان ہیں۔

۱۹۹۹ء میرے پہلے ”سفرِ پناما“ کے وقت وہاں کی حکومت میں اسلامی خاندانی

نسبتوں والے دو وزیر بھی تھے، بتایا گیا کہ: یہ انھیں اسپینی مسلمانوں کی نسل میں سے ہیں۔

اسپین میں آج بھی قیلولہ کا رواج

اسپین میں اسلامی آثار میں سے ایک چیز ہے کہ وہاں پر آج تک قیلولہ کا رواج ہے، دوپہر میں تقریباً بارہ ساڑھے بارہ بجے سب مارکیٹ بند ہو جاتے ہیں، یہ چیز یورپ کے کسی ملک میں دیکھنے کو نہیں ملتی اور پھر شام کو تین یا چار بجے مارکیٹ کھلتے ہیں۔

کھانے میں زیتون اور روغنِ زیتون کا استعمال بکثرت رائج ہے۔

اشبیلیہ کے ایک محلے کا نام ''بحیرہ'' ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ: بخاری شریف میں ایک جگہ یہ لفظ ''مدینہ'' کے لیے استعمال ہوا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس مناسبت سے اس محلے کا نام بھی ''بحیرہ'' رکھا گیا ہو۔ وہ حدیث پیشِ خدمت ہے:

قال سعد بن عباده: یارسول اللّٰہ! اعف عنه واصفح عنه، فوالذی انزل علیک الکتاب، لقدجاء اللّٰہ بالحق الذی نزل علیک لقد اصطلح اھل ھٰذہ البحیرہ علیٰ ان یتوجوہ فیعقبوبة بالعصابة (الخ) (بخاری: کتاب التفسیر)

امام ''شاطبیؒ'' کے شہر کی تلاش

الحمد اللہ! بندے نے قرأتِ سبعہ بھی پڑھی ہے، استاذ محترم امام الفن ''قاری احمد اللہ صاحب مدظلہ العالی'' امام شاطبی کا درس میں تذکرہ فرماتے ہوئے اندلس کے حالات بھی خوب سناتے، اسی نسبت سے اندلس میں امام شاطبیؒ کی ولادت کی جگہ تلاش

کرنے کا شوق ہوا۔

ڈیوز بری مرکز پر فون کر کے قاری یوسف دروان صاحب سے معلومات حاصل کیں، انھوں نے بتایا کہ: ''شاطبہ'' کو اس وقت شاید ''خاطبہ'' یا ''خاطابہ'' کہتے ہوں گے اور امام شاطبیؒ کی وفات تو مصر میں ہوئی تھی۔

الحمد اللہ! اسی سال ربیع الاول ۱۴۲۳ھ میں مصر کی حاضری کے موقع پر امام شاطبیؒ کے مزار پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی، اس کا مفصل تذکرہ ان شاء اللہ مصر کی کارگزاری میں لکھوں گا۔

مکمل لباس پر ہمارا مذاق

بعض جگہوں پر ہم نماز کا ارادہ کرتے تھے یا کسی عمارت پر جا کر کھڑے ہوتے تھے تو چوں کہ ہمارے لباس مکمل اور وہاں تو نیم لباس عام ہے، عریانیت اور ننگا پن عام ہے تو ان کو ہمارے کامل لباس پر ہنسی آتی تھی:

کہ عورتیں پورے کپڑے نہیں پہنتیں اور یہ مرد کیوں پورے کپڑے پہنے ہوئے ہیں؟

گویا کہ ہمارا مذاق اڑاتے تھے اور یہ تجربہ اس سے پہلے مجھے پیرس کے سفر میں بھی ہوا، جب میں ممبئی سے پیرس کے لیے روانہ ہو رہا تھا تو ہوائی جہاز میں تو دو تین گوری عورتیں مجھ کو دیکھ کر ہنس رہی تھیں، میں نے پیر میں مسح کی آسانی کی خاطر خفین پہنے ہوئے تھے تو وہ مجھ کو دیکھ کر میرا مذاق اڑاتی تھیں۔

گویا اس طرح مکمل لباس میں ہونا ان کے لیے آج کے دور میں انوکھی بات

تھی۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی فرمانے لگے کہ: یہ ہمارا مذاق نہیں اڑا رہی ہیں؛ بلکہ یہ لوگ اس لیے خوش ہو رہے ہیں کہ ان عمارتوں کے اصل مستحقین صدیوں کے بعد اس کے قریب کھڑے ہیں۔

جس ملک میں آٹھ سو سال تک اسلامی حکومت قائم رہی ہو اور جہاں کا چپہ چپہ اذان و اقامت کی صدا سے گونج رہا ہو، آج وہاں پر ہمیں کوئی صحیح قبلہ بتانے والا بھی نہیں ملتا ہے۔

جس سرزمین پر امام قرطبیؒ جیسے امت کے مایۂ ناز مفسر پیدا ہوئے ہوئے، جہاں علامہ شاطبیؒ پیدا ہوئے، ابو حیان اندلسیؒ جیسے مفسر پیدا ہوئے اور جہاں بڑے بڑے محدث پیدا ہوئے، آج وہاں پر کوئی اللہ اکبر کہنے والا نہیں ہے۔

ان ملکوں میں جانے کے بعد ہر قدم پر ایک ہی احساس ہوا کہ:

اے اللہ! تو مسلمانوں کو ان اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرما جن اعمال سے تیرا غضب اور غصہ زمین پر اترتا ہے، تو تو وہ خدا ہے کہ:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ (آل عمران)

ترجمہ: (اے نبی! ایسا) کہو کہ: اے اللہ! جو حکومت (اقتدار، سلطنت) کے مالک ہیں، آپ جس کو چاہتے ہیں حکومت دیتے ہیں اور جس سے آپ چاہتے ہیں اس

سے حکومت کو چھین لیتے ہیں، آپ جس کو چاہتے ہیں اس کو عزت دیتے ہیں، آپ جس کو چاہتے ہیں ذلیل کرتے ہیں (تمام قسم کی) بھلائی آپ ہی کے اختیار میں ہے، یقینی بات ہے کہ آپ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں۔

جب تک ہم نے اللہ کے سامنے اپنے بندہ اور اہل ہونے کا ثبوت دیا وہاں تک اللہ ہمیں نوازتا رہا اور حکومت دی؛ لیکن جس دن سے ہم نے اپنی نااہلیت کا ثبوت دیا اس دن سے اللہ نے یہ اقتدار اور حکومت ہمارے ہاتھوں سے چھین لی؛ چنانچہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ زبور میں نصیحت کے بعد ہم نے یہ لکھ دیا تھا کہ یقیناً زمین کے (حقیقی) مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔

یعنی تورات میں اور تورات کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں: زبور، انجیل، قرآن اسی طرح لوحِ محفوظ اور تمام آسمانی کتابوں میں یہ مضمون مشترکہ طور پر ہے کہ جنت کی زمین صالح بندوں کو ملے گی اور دنیا کی زمین پر صالح بندوں کو ایک مرتبہ مکمل حکومت دی جا چکی اور قیامت سے قبل حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں پھر سے ملنے والی ہے، دونوں باتوں کی طرف آیت میں اشارہ ہے۔

جب تک ہم نے صلاح کا ثبوت دیا تب تک اللہ نے یہ حکومتیں ہمارے ہاتھ میں دیں اور جب ہم نے ان حکومتوں کو عیاشی کا ذریعہ بنالیا اور خدا کی دی ہوئی حکومت

اور مال کے ذریعہ نافرمانیاں کرنے لگے اور خدا کی دی ہوئی دولت سے غیر ضروری نمائشی عالی شان عمارتیں بنانے لگ گئے، شراب اور کباب کی محفلیں ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکومتیں ہمارے ہاتھ سے چھین لی۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ: جب ابوعبداللہ یہاں سے روانہ ہونے لگا تو اس کو خود کو رونا آ گیا تو اس کی والدہ اس کے ساتھ تھی تو اس نے اس کو ڈانٹ پلانا شروع کر دی کہ:

آج تو کس منہ سے رو رہا ہے؟

کیا میں نے تجھ کو بار بار نہیں سمجھایا تھا کہ عیسائیوں کے ساتھ تیری دوستی کتنی مہلک ثابت ہوگی؟

تجھ کو سمجھایا تھا کہ عیسائیوں کی رفاقت تجھ کو ایک دن ختم کر دے گی۔

آخر اتنی عظیم الشان اور ایک مثالی حکومت کا جو زوال ہوا یہ آج مسلمانوں کے لیے درسِ عبرت ہے کہ آج مسلمان اللہ کی دی ہوئی دولت اور صحت کو حرام کاموں میں خرچ نہ کریں؛ بلکہ اس دولت کو اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کریں، اگر ہم دولت دینے والے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق دولت خرچ کریں گے تو اللہ تعالیٰ عزت کے اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔

خدا کرے کہ اسپین کی یہ تاریخ ہمارے لیے عبرت کا سامان بنے!!!

واپسی کے موقع پر ہر ساتھی کی زبان پر اور دل میں ایک احساس تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذلّت اور رسوائی سے مسلمانانِ عالم کو محفوظ رکھے۔

بعض ساتھی یہ کہتے تھے کہ:

کیا دوبارہ اسپین میں اسلامی حکومت قائم ہوگی یا نہیں؟

کس قدر حسرت بھرا یہ سوال تھا کہ یہ عالی شان مساجد اور بڑے بڑے مدرسے جو آج چرچ میں تبدیل ہوگئے ہیں، کیا دوبارہ اس میں اذان کی صدا گونجیں گی؟

کیا ان مدرسوں میں دوبارہ قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں آئیں گی؟

اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے، وہ کرسکتا ہے؛ لیکن کاش! مسلمان ان اعمال پر آجائے جس کے برکت سے اللہ کی رحمتیں اترتی ہیں:

جو میں جاگ اٹھوں تو میرے لیے وہی تخت وتاج ہے
وہ جو کٹ گئیں میری عظمتیں؛ میری غفلتوں کا خراج ہے

بہر حال! ہمارا یہ سفر چار دن اور تین رات کا مکمل ہوا اور ہم تقریباً آدھی رات کو لنڈن پہنچ گئے، اللہ تعالیٰ اس سفر کو ہمارے لیے اور دیگر مسلمانوں کے لیے عبرت اور نصیحت کا ذریعہ بنائے اور عالمِ اسلام کو ایسی ذلت اور رسوائی سے محفوظ اور مامون رکھے، آمین۔

۞۞۞

سقوطِ اندلس کی اس جانب پر ایک نظر

(۱) لوگ اپنے بادشاہ ابوعبداللہ کی بے پروائی سے جو انھوں نے قومی مصیبت میں دکھلائی ناراض ہو ہی رہے تھے، اب قحط کی آفت میں مبتلا ہونے والے تھے، عام ناراضی جو پھیلی ہوئی تھی وہ چھپائے نہ چھپ سکی اور یہ تجویز ہوئی کہ اس قابلِ نفرت بادشاہ کو امنِ عامہ پر قربان کر دیا جائے۔

اس غداری کو ابوعبداللہ سمجھ گئے اور اس پر انھوں نے وہ فعل کیا کہ جس سے وہ اور ان کا نام قیامت تک ذلیل وخوار ہو گیا؛

یعنی اپنے متزلزل تخت کو بچانے کے لیے انھوں نے عیسائیوں سے مدد مانگی، چنانچہ ''ڈان فیڈرک ڈی ٹولیڈو'' سرحد کے گورنر ادھر سے بھیجے گئے، یہ ایک بڑی جمعیت کو لے کر فوراً آگے بڑھے، ظاہر یہ کیا گیا کہ وہ عقیل وفہیم؛ مگر بے اصول فرڈی نینڈ کے برائے نام حلیف (بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کٹھ پتلی) کو بچانے کے لیے آرہے ہیں، اس فوج کے تمام افسروں کو یہ ہدایت تھی کہ وہ دونوں فریق کو اتنا کمزور نہ کریں کہ توازنِ قوت قائم نہ رہے۔

یہی وہ پالیسی تھی جو اس بے رحمانہ کشش وکوشش میں اول سے آخر تک قائم رہی، اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر دونوں فریق ازروئے طاقت وقوت یکساں رہیں گے تو دونوں آپس میں لڑتے بھڑتے رہیں گے اور یہ لڑائی دونوں کے حق میں مہلک ثابت ہوگی، نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں اپنے ہی ہاتھ سے اپنی اپنی سلطنتوں کو تباہ کر دیں گے۔

اسی بنا پر ڈان فیڈرک دونوں فریق سے اس طرح کھیلتے رہے جیسے کہ چوہے کو

مارنے سے پہلے بلی اس کے ساتھ کھیلتی ہے، انھوں نے دونوں کو اس دھوکے میں رکھا کہ صلح کرائے دیتے ہیں، ڈراتے رہے دونوں کو اور مدد ایک کی بھی نہ کی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں فریق اپنے اپنے غصے کو نہ روک سکے اور جب یہ دیکھ لیا کہ دونوں پھر ایک دوسرے سے بھڑنے ہی والے ہیں تو ڈان فیڈرک چپ چاپ چلتے بنے۔

(۲) دنی الطبع اور قابلِ نفرت ابو عبداللہ کی ذلت وخست اب انتہا کو پہنچ گئی تھی، اگر اب وہ کسی اور گناہ کے مرتکب ہوتے تو ان کی رذالت میں کچھ زیادہ اضافہ ہونے کی گنجائش نہیں رہی تھی، وہ اپنے ملک کے امن وعافیت کو محض اس لیے خیرباد کہہ چکے تھے کہ اپنے اس تخت پر متمکن رہیں، جس کو اپنے قبضے میں رکھنے کی نہ ان میں قابلیت تھی نہ اتنا استقلال کہ وہ اس کی مدافعت وحفاظت کر سکتے۔

اب وہ اپنی رعایا کو نیلام کر رہے تھے اور اس کو یہ ترغیب دے رہے تھے کہ:
ان دشمنوں سے جو اپنی بلند نظری سے ان کے آقا بننا چاہتے ہیں روپیہ لے کر اپنے آپ کو ان کی غلامی میں دے دیں۔

جہاں ایسے اہم امور ہوتے تھے کہ جن میں فوراً کارروائی کرنے کی ضرورت تھی وہاں ابو عبداللہ ہمیشہ سستی وکاہلی کرتے تھے اور ایسے معاملات میں مدد کرنے میں وہ چستی وچالاکی دکھلاتے تھے کہ جن سے ان کی رعایا کی آزادی بیخ وبن سے اکھڑ جائے، خود ان کی سلطنت معرضِ خطر میں پڑ جائے اور اپنا تاج وتخت باقی نہ رہے۔

(از: اخبار الاندلس، مترجم ۲/ ، ترجمہ: منشی محمد خلیل الرحمن صاحب)

بہر حال! عیسائیوں کی گودنشینی، کاسہ لیسی نے مسلمانوں کو اسپین کی حکومت

سے محروم کردیا، بقول حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی:

اندلس میں مسلمانوں کے عروج کے اسباب بھی واضح تھے اور زوال کے اسباب بھی واضح ہیں:

شمشیر وسنان اول، طاؤس ورباب آخر

اب یہ ہمارا کام ہے کہ کن اسباب کو اپنے لیے اختیار کرتے ہیں۔

برطانیہ میں مجھے ایک صاحب نے ایک بزرگ کے متعلق بتلایا کہ: جب وہ اسپین تشریف لے گئے تو خواب میں یا کشفِ قبور میں اسپین کے کسی مرحوم مسلمان سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بتایا کہ:

ہم اسپین کے مسلمانوں کو بہت برا نہ سمجھو، بات یہ ہے کہ جب تک اللہ نے اس ملک میں اسلامی حکومت قائم رکھنے کا فیصلہ فرمایا تھا تب تک وہ باقی رہی اور جب تقدیری فیصلہ ہوا تو اسلامی حکومت ختم ہوگئی:

ذلک تقدیر العزیز العلیم (یس:۳۸)

ترجمہ: یہ اس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا نظام ہے جو بڑے زبردست ہیں بڑے جاننے والے ہیں۔

اس پر تو ہمارا ایمان ہے۔

ساتھ ہی دارالاسباب میں اسباب کو بھی دیکھا جاتا ہے؛ اس لیے جن اسباب کی بنیاد پر نصرتِ الہیہ سے ہم محروم ہوجاتے ہیں ان سے خود کو بچانے کی فکر بہت ضروری ہے۔

ہسپانیہ

(ہسپانیہ کی سرزمین سے واپسی پر لکھے گئے)

ہسپانیہ تو خونِ مسلماں کا امیں ہے	مانندِ حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں	خاموش اذانیں ہیں تیری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں	خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی	باقی ہے ابھی رنگ میرے خونِ جگر میں!
کیوں کر خس وخاشاک سے دب جائے مسلماں	مانا وہ تب وتاب نہیں اس کے شرر میں
غرناطہ بھی دیکھا میری آنکھوں نے ولیکن	تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں
دیکھا بھی دکھایا بھی، سنایا بھی سنا بھی	ہے دل کی تسلی نہ نظر میں، نہ خبر میں

(از کلیاتِ اقبال)

ترکی کی کارگزاری

ترکی کے پہلے سفر کے رفقا

(۱) شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری (سابق صدر مفتی وحال شیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک)

(۲) مفتی محمود بارڈولی (استاذ تفسیر وحدیث: جامعہ ڈابھیل، گجرات)

(۳) مولانا عمران پٹیل صاحب لندن (فاضل جامعہ ڈابھیل)

(۴) مولانا اسماعیل پٹیل صاحب (مہتمم دار العلوم لیسٹر)

(۵) مرحوم حاجی شوکت قریشی صاحب دمن۔

(۶) قاری عبد الحنان صاحب سورتی۔

(۷) الحاج ناصر دادا صاحب سورت۔

ترکی کے دوسرے سفر کے رفقا

(۱) مفتی محمود بارڈولی (استاذ تفسیر وحدیث: جامعہ ڈابھیل، گجرات)

(۲) مولانا ناصر صاحب نوساری۔ (نورانی مکاتب کے روحِ رواں)

(۳) مولانا صادق صاحب مانکپوری۔ (یکے از بانیان نورانی مکاتب)

(۴) مولانا عمر صاحب، احمد آباد (فاضل جامعہ ڈابھیل)

(۵) حاجی عبد الصمد پالاوالا (نواپور)۔

(۶) حاجی عبد الصمد گھونسلا (کروڈ)۔

(۷) حاجی خورشید صاحب مانجرا۔

(۸) کامل بھائی (احمد آباد)۔

(۹) طلحہ بھائی وغیرہ۔

(۱۰) حاجی عارف صاحب آؤجی (نواپور)۔

(۱۱) حاجی شعیب ماندہ (نواپور)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً۔۔۔۔ اَمَّا بَعْدُ!

گذشتہ مجلس میں مبارک زمین فلسطین اور جورڈن کی کارگزاری آپ کو سنائی گئی تھی، آج کی اس مبارک مجلس میں 18 / جون 2014ء کو ترکی اور اس کے کچھ حصوں کا دوسرا دینی سفر ہوا، اس کی مختصر کارگزاری عرض کرنی ہے۔

چوں کہ بندے کا سفر اس طرح ہوا کہ پہلے جورڈن اور فلسطین گیا، پھر وہاں سے ترکی جانا ہوا۔ ان شاء اللہ! فلسطین اور جورڈن کی کارگزاری ایک مستقل جلد میں امت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

سفر کے دوران بہت سارے احباب ریکارڈر (Recorder) میں میری باتوں کو محفوظ کرتے تھے اور بہت ساری تاریخی جگہوں کو ''ویڈیو'' (video) کے ذریعہ محفوظ کیا گیا، پوری کوشش کی گئی تھی کہ انسان اور جانوروں کی تصویر نہ آوے۔

بعض تاریخی مقامات کی تصویریں انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعے ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں پھیل گئی، ان میں سے بہت ساری ویڈیو کلپ (video

(clips) ہماری سائٹ پر بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

ویب سائٹ کا پتہ ہے: (www.nooranimakatib.com)

فتحِ قسطنطنیہ کی نبوی بشارت

ترکی میں ایک بڑا شہر ہے جس کا نام ''استنبول'' ہے، اسی کو پرانے زمانے میں ''قسطنطنیہ'' کہتے تھے اور جس کو انگریزی میں (Costantinopol) کہتے ہیں۔

قدیم عیسائی، عالمی مرکز قسطنطنیہ آج استنبول شہر کی شکل میں ہے، قدیم قسطنطنیہ کی دیوار وغیرہ آج تک وہاں موجود ہیں۔

یہ وہ مبارک سرزمین ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا تھا اور اپنے صحابہؓ کو خوش خبری دی تھی کہ:

تم ضرور قسطنطنیہ کو فتح کروگے۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت بشیر بن سحیمؓ سے روایت نقل کی ہے:

لتفتحن القسطنطنية، فلنعم الأمير أميرها ولنعم الجيش ذلك الجيش۔

قیصرِ روم (Roman Empire) اس زمانے کی ایک سب سے بڑی سپر پاور طاقت تھی، ان کا مرکز اور راجدھانی (Capital) اس وقت قسطنطنیہ ہوا کرتا تھا، پوری دنیا کے عیسائیوں کی طاقت کا وہ مرکز تھا اور عیسائیوں کا جو عالمی بادشاہ ہوا کرتا تھا اس کو ''قیصرِ روم'' کہا جاتا تھا۔

نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ لتفتحن القسطنطنية۔

تم ضرور قسطنطنیہ کو فتح کروگے۔

بہترین لشکر

اور آگے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

جو لشکر اس کو فتح کرنے جائے گا وہ لشکر بہترین لشکر ہوگا، اس لشکر کا جو امیر ہوگا وہ بہترین امیر ہوگا۔

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:

اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔

کہ قیصر بادشاہ ہلاک ہوجائے گا تو پھر قیامت تک دوسرا قیصر پیدا نہیں ہوگا۔

یہ دو حدیثیں نبیٔ اکرم ﷺ نے اِس قسطنطنیہ کے بارے ارشاد فرمائی تھی۔

اسی طرح حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بھی قسطنطنیہ کا تذکرہ موجود ہے۔

کہتے ہیں کہ: دنیا کا سب سے پہلا چرچ وہ بھی استنبول ہی میں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد عیسائیوں نے سب سے پہلا چرچ وہاں بنایا تھا۔

قسطنطنیہ کی طرف سب سے پہلا لشکر

اب حضور ﷺ نے اس کے فتح کی اتنی بڑی خوش خبری دی؛ اس لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل میں یہ چاہت تھی کہ ہم اس کو فتح کرنے جائیں۔

سب سے پہلے نبیٔ کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے

اپنے دورِ امارت میں اپنے بیٹے یزید کو ایک لشکر لے کر اسے فتح کرنے کے لیے روانہ کیا تھا اور اس لشکر میں عظیم صحابی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے میزبان: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں کہ ہجرت کے بعد حضور ﷺ ان کے گھر پر رہے اور آپ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنے ہی مکان میں ٹھہرے

سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ یمن کے جو "تُبّع" بادشاہ ہوتے تھے، ان میں سے ایک تبع بادشاہ اپنی حکومت کے دورے پر نکلے، ان کی حکومت یمن سے افریقی ملکوں تک پھیلی ہوئی تھی، ان کے دورے پر لشکر کے ساتھ چار سو (400) کے قریب یہودی علما کا ایک قافلہ تھا، یہ سفر کرتے کرتے مدینۂ منورہ پہنچے اور وہاں قیام کیا۔

تورات میں اللہ کے آخری نبی کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں، ان سے یہ علما واقف تھے، انھوں نے وہ تمام نشانیاں مدینۂ منورہ پر صادق آتی ہوئی پائیں، جس سے ان کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ مدینہ ہے جہاں اللہ کے آخری نبی ہجرت کر کے تشریف لانے والے ہیں، خود ان علما کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم کو یہیں قیام کر لینا چاہیے۔

انھوں نے ضابطے کے مطابق تبع بادشاہ سے اس سلسلے میں درخواست کی کہ: ہم اس شہر میں قیام کرنا چاہتے ہیں۔

تبع بادشاہ نے ان کی درخواست سن کر مدینہ میں قیام کی وجہ پوچھی۔

ان علمانے بتایا کہ: تورات کی بشارتوں کے مطابق یہ شہر اللہ کے آخری نبی کی

ہجرت کی جگہ ہے؛ اس لیے ہم یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں۔

وہ خود بھی بہت خوش ہوئے اور ان تمام چار سو علمائے یہود کو مدینۂ منورہ میں قیام کی اجازت دے دی اور سب کے لیے خود اپنے پیسوں سے مکان بنوائے، تمام علما کے لیے جاگیریں خریدیں؛ تاکہ ان کے لیے گزرانِ حیات میں سہولت رہے اور تمام علما کی خود اپنے مصارف سے شادیاں بھی کروادیں۔

پھر ساتھ ہی میں تبع نے ایک مکان الگ سے بنایا اور وہ مکان اللہ کے آخری نبی کی نیت سے بنایا اور پھر ان چار سو علما میں جو سب سے بڑے عالم تھے ان کو اس مکان کی چابی حوالے کی اور کہا کہ:

جب اللہ کے آخری نبی تشریف لے آویں تو ان کی خدمت میں یہ مکان میری طرف سے پیش کردینا۔

اور کہا کہ: اگر تمھاری زندگی میں اللہ کے آخری نبی کا ظہور نہ ہو، تو اپنی اولاد کو وصیت کردیں اور یہ وصیت چلتی رہے اور جب اس نبی کی بعثت ہوجائے تو ان کی خدمت میں یہ مکان کی چابی پہنچ جاوے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ: جس بڑے عالم کو تبع بادشاہ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مکان کی چابی حوالے کی تھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے تھے اور ان کے پاس وہ خط محفوظ تھا جو انھوں نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پیش بھی کیا تھا۔

گویا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ: نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

کے مکان میں نہیں؛ بلکہ اپنے ہی مکان میں ہجرت کے بعد قیام فرمایا۔

تبع بادشاہ نے نبیٔ کریم ﷺ کی محبت وعقیدت میں کچھ اشعار اور مدحیہ کلمات بھی کہے تھے، جو کتبِ تفاسیر وتواریخ میں موجود ہیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور صحابہ کی ایک بے مثال خوبی

تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ہی یہ امتیازی سعادت حاصل رہی ہے کہ دنیا میں آپ کی ولادت باسعادت و بعثت باکرامت سے بہت پہلے لوگ آپ پر غائبانہ ایمان لائے۔

اسی طرح آپ کے طفیل میں آپ کے صحابہ ؓ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی سابقہ آسمانی کتابوں میں ان کے تفصیلی تذکرے آئے۔

حضور ﷺ سے نرالی محبت

حضرت ابو ایوب انصاری ؓ اور ان کی بیوی ام ایوب ؓ نے نبیٔ کریم ﷺ کی مثالی خدمت انجام دی، کھانا جب تیار ہوتا تو ایک خوانچہ جیسے برتن میں پورا پورا کھانا حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیتے تھے، آپ ﷺ کو جتنا تناول فرمانا ہوتا اس سے فارغ ہوتے، پھر وہ خوانچہ حضرت ابو ایوب ؓ اپنی بیوی کے پاس لے جاتے اور دونوں میاں بیوی اس کھانے میں سے اسی جگہ سے کھاتے جہاں نبیٔ کریم ﷺ کے دستِ مبارک اور انگشتِ مبارک کے نشانات ہوتے تھے۔

یہ تھی ان کی آپ ﷺ سے نرالی محبت وعقیدت۔

نبی ﷺ کا ادب ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی سے کوئی سیکھے

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان دو منزلہ تھا، انھوں نے اپنا پورا مکان حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اپنے قیام کے لیے نیچے والی منزل پسند فرمائی، یہ ارشاد فرمایا کہ: لوگ مجھ سے ملنے کے لیے آتے جاتے رہیں گے، اگر میں اوپر رہوں گا تو لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے تم کو تکلیف ہوگی؛ اس لیے تم اوپر رہو، میں نیچے رہوں گا۔

یہ دونوں میاں بیوی اوپر والی منزل میں رہتے تھے؛ لیکن ادب کا حال یہ تھا کہ اوپر والی منزل میں دیوار کے کنارے کنارے ہی چلتے تھے، فرش پر درمیان والے حصہ میں نہیں چلتے تھے، اس قدر غایت درجہ کے ادب کا انھوں نے لحاظ رکھا۔

ایک مرتبہ اوپر والی منزل کے فرش پر پانی گر گیا اور اس دور میں مٹی کے مکانات ہوتے تھے، دونوں میاں بیوی کو یہ خطرہ ہوا کہ پانی مٹی سے سرایت کر کے کہیں نیچے نہ گرنے لگے اور آپ ﷺ کو پانی ٹپکنے سے تکلیف نہ ہو، دونوں میاں بیوی نے پوری رات گدڑی کے ذریعے پانی کو جذب کر کے سکھانے میں گزاری۔ یہ تھا ان دونوں میاں بیوی کے دل میں نبیٔ کریم ﷺ کا ادب واحترام۔

پیاز اور لہسن والا کھانا

حضور ﷺ نچلی منزل پر ان کے یہاں قیام فرما تھے، ایک مرتبہ معمول کے مطابق کھانا تیار کر کے پیش کیا، آپ ﷺ نے کھانا تناول نہیں فرمایا اور پورا خوانچہ ویسے

ہی واپس گیا، اس پر دونوں میاں بیوی کو بڑی فکر ہوئی، فوراً حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وجہ دریافت کی۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کھانے میں پیاز اور لہسن ہے اور میرے پاس فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں، اس طرح کا لہسن اور پیاز والا بدبو والا کھانا مناسب نہیں ہے۔

بس اس دن سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے کھانے میں لہسن کا استعمال بند کردیا۔

کھانے میں لہسن اور پیاز کا مسئلہ

کچی مولی، لہسن، پیاز کا کھانا بلا کراہت درست ہے؛ لیکن مسجد میں کچی پیاز، لہسن وغیرہ بدبودار چیزیں کھا کر جانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر پکا کر کھایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶؍ ۶۳)

اسی طرح کچی پیاز اور لہسن کھا کر بلا ازالہ رائحۂ کریہہ کے مجلسِ ذکر، عیدگاہ اور جنازہ اور تمام عبادتوں کی جگہوں میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ (شرح مسلم للنووی ۱؍ ۲۰۹)

مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے پیاز وغیرہ کھانے سے منع فرمایا، پھر فرمایا: جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے؛ اس لیے کہ فرشتوں کو ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے، خالی مسجد میں پیاز وغیرہ کھا کر جانے کا یہی حکم ہے۔ (شرح مسلم للنووی ۱؍ ۲۰۹)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ: ”رات کے وقت پیاز کھانا جائز نہیں“ ان کی یہ

بات درست نہیں؛ کیوں کہ جس طرح دن میں پیاز کھانا جائز ہے اسی طرح رات میں بھی کھانا جائز ہے۔

ہاں! البتہ حضرات فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ: پیاز اور کوئی بدبودار چیز کھا کر بلامسواک کیے مسجد میں نہیں جانا چاہیے، خواہ دن میں ہو یا رات میں۔ (اہم مسائل جن میں ابتلا عام ہے ۲؍۲۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: نبیٔ کریم ﷺ کا آخری کھانا وہ تھا جس میں پیاز تھا (یعنی پکا ہوا پیاز)۔

فائدہ: آپ ﷺ نے کچا پیاز اور لہسن کبھی نہیں استعمال کیا؛ البتہ! پیاز کو پکا دیا جاتا جیسے سالن وغیرہ میں یا اسے تل دیا جاتا تو آپ ﷺ بدبو نہ ہونے کی وجہ سے نوش فرمالیتے۔ (شمائلِ کبریٰ ۱؍۱۱۳)

بڑھاپے کے باوجود جہاد کا طویل سفر

بہر حال! حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر تقریباً اسی (80) سال کی تھی، بالکل بوڑھے ہو چکے تھے؛ لیکن بس! حضور ﷺ کی اس بشارت کو حاصل کرنے کے لیے اس بڑھاپے کی حالت میں بھی لشکر میں شامل ہو گئے۔

مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ ہوائی جہاز کے راستے سے تقریباً تین گھنٹے سے زیادہ کا راستہ ہے؛ یعنی اس زمانے کے (3273) کلومیٹر تقریباً اتنا طویل سفر کر کے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ استنبول تشریف لے گئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی آرزو

جب وہاں گئے تو بیمار ہو گئے، لشکر کے جو امیر تھے یزید بن معاویہ وہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: آپ تو اللہ کے نبی ﷺ کے میزبان ہیں، بتلاؤ! میں آپ کی کیا خدمت کروں؟

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جو جذبہ تھا اور جو جواب تھا، اللہ ہم سب کو بھی ایسا جذبہ عطا فرمائے!

فرمایا کہ: یزید! بس میری ایک ہی آرزو ہے کہ: جب میرا انتقال ہو جائے تو میری لاش کو یہاں پر دفن مت کرنا؛ بلکہ میری لاش کو گھوڑے پر رکھنا اور پھر اس گھوڑے کو تم چلانا اور دشمنوں کی زمین میں جتنا دور لے جا سکو، لے جانا اور دشمنوں کے شہر میں مجھ کو دفن کرنا۔

اس جذبہ کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ کل قیامت کے دن ہم اللہ کے سامنے یہ کہہ سکیں کہ: اے اللہ! ہم زندہ تھے تو تیرے راستے میں چلتے تھے اور مرنے کے بعد ہماری لاش بھی تیرے راستے میں چلتی رہی۔

یہ ان کے جذبات کا خلاصہ تھا، اسی کو کہتے ہیں کہ: دین کا کام کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے۔

بہر حال! جب آپ کا انتقال ہوا تو یزید نے ایک گھوڑے پر آپ کا جنازہ رکھا اور اس کو چلایا اور قسطنطنیہ میں جو عیسائیوں کا مضبوط قلعہ تھا، اس قلعے کے نیچے لے جا کر آپ کی قبرِ مبارک بنائی اور وہاں پر ان کو دفن کیا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مزار

جس محلے میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مزار ہے وہ پورا محلہ آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک نام سے ''ایوب پاشا'' کہلاتا ہے، مزار پر ایک عالی شان مسجد ہے، لوگ کثرت سے زیارت کے لیے آتے ہیں، قرآن کی تلاوت ہوتی ہے۔

اور حقیقتِ حال یہ ہے کہ آپ کے مزار پر انوار کی بارش محسوس ہوتی ہے اور مزار مبارک کے قریب حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے حوالے سے لکھے ہوئے آپ کے حالات جب پڑھتے ہیں تو رونا آجاتا ہے اور آپ کی آخری وصیت کے کلمات تو دل میں پاکیزہ جذبات پیدا کرتے ہیں۔

استنبول کے تبلیغی مرکز سے پیدل چل کر جا سکے اتنے فاصلے پر یہ مزار واقع ہے۔

سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ علیہ

خیر! حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ جس لشکر میں تھے اتفاق کی بات کہ وہ لشکر قسطنطنیہ کو فتح نہ کر سکا؛ البتہ! حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس جگہ وفات اور تدفین نے فتح کی بنیاد رکھ دی۔

اللہ نے اس کی فتح سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں پر مقدر کر رکھی تھی، صدیوں کے بعد یہ قسطنطنیہ حضرت سلطان محمد فاتحؒ کے ہاتھوں سے فتح ہوا اور وہاں اسلامی حکومت قائم ہوئی اور قیصرِ روم ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے وہاں پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔

زمین پر کشتیوں کا چلنا

جب سلطان محمدؒ وہاں پہنچے تو ایسے کارنامے انجام دیے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے، ہم جانتے ہیں کہ کشتیاں پانی پر چلتی ہیں؛ لیکن سلطان محمدؒ نے ستّر (70) کشتیاں دس (10) میل تک زمین پر چلائی ہے اور وہ بھی پہاڑی اتار چڑھاؤ والا راستہ تھا، یہ اسلام کی تاریخ میں بے مثال واقعہ ہے کہ سلطان محمد فاتح نے ستر کشتیاں ہتھیاروں سے بھری ہوئی پہاڑوں کے اوپر دس میل تک چلائی ہے۔

یہ کشتیاں اس طرح تھیں کہ ان کے نیچے چربی لگائی گئی تھی، دو دو کشتی چلانے والے ہر کشتی میں موجود تھے، ہوا کی مدد لینے کے لیے اوپر بادبان بھی کھول دیا گیا اور ایک رات میں یہ کشتیاں چلائی گئیں، آج بھی وہ جگہ موجود ہے کہ کہاں سے کہاں تک انھوں نے کشتیاں چلائی تھی۔

اس علاقے کو "قاسم پاشا" کہتے ہیں۔

لسان الدعوۃ والتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ کا بیان

کیا ہوا ایک عجیب نکتہ

وہاں پر دعوت وتبلیغ کے ایک بہت پرانے ساتھی ابراہیم عمر صاحب نے خود مجھ کو یہ بات سنائی کہ: میں نے نظام الدین مرکز پر حضرت مولانا محمد عمرؒ صاحب کے بیان میں سنا، حضرت نے عجیب نکتہ کی بات بیان فرمائی تھی کہ:

مدائن کو فتح کرنے کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دریا میں گھوڑے

دوڑا دیے تھے اور استنبول کی فتح کے لیے سلطان محمدؒ نے زمین پر کشتیاں چلائی تھیں، مولانا عمر صاحب فرماتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے مدائن کی فتح کے موقع پر دریا میں زمین بنائی اور استنبول کی فتح کے موقع پر زمین کو دریا بنایا۔ یہ خدا کی قدرت ہے!

ان شاء اللہ ظہر کی نماز ہم ''آیا صوفیا'' میں پڑھیں گے

کہتے ہیں کہ: جس دن یہ شہر فتح ہوا اس دن سلطان محمدؒ اور ان کے ساتھی پوری رات اللہ کے سامنے دعا اور ذکر میں مشغول رہے اور پھر فجر کی نماز کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: ان شاء اللہ ظہر کی نماز ہم ''آیا صوفیا'' میں جا کر پڑھیں گے۔

یہ ''آیا صوفیا'' جیسا کہ مشہور ہے کہ عیسائیوں کا سب سے پرانا چرچ ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد تیسری صدی عیسوی میں بنایا گیا تھا۔

پھر اللہ کا فضل ہوا کہ یہ پوری فوج ظہر سے پہلے وہاں پہنچ گئی۔

عجیب کرامتی بزرگ

اس لشکر کے سردار سلطان محمد فاتح عجیب کرامتی بزرگ تھے، آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس آدمی کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت دی ہو کہ وہ امیر بہت اچھا امیر ہوگا، وہ کیسا انسان ہوگا!

آپ اپنے لشکر کے ساتھ جب ''آیا صوفیا'' میں ظہر کے وقت پہنچے اور اذان کہی گئی اور نماز کے لیے تیاری کی گئی تو آپ کو قبلہ معلوم نہیں تھا کہ قبلہ کس جانب ہے؟

انھوں نے اذان کے بعد اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھانے کی تیاری کی کہ قبلہ کس

جانب ہے مجھ کو نظر آجائے تو جس جانب انھوں نے رخ کیا اس جانب ان کو کعبہ نظر نہیں آیا۔

پھر دوسری جانب اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھائے، ادھر بھی کعبہ نظر نہیں آیا۔

پھر تیسری جانب اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھائے، وہاں بھی کعبہ نظر نہیں آیا۔

پھر جب چوتھی جانب اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھائے تو اللہ نے ان کو کعبہ کی زیارت کروادی۔ یہ ان کی زندہ کرامت تھی۔

اسی ''آیا صوفیا'' میں جو جامع مسجد بنی ہے اس میں چار جانب محراب بنائے گئے ہیں، اسی سلطان محمدؒ کی کرامت کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے وہاں محراب میں چاروں سمت قبلہ کے نشان بنے ہوئے ہیں۔

وہاں کی چاہت کی چیزیں

ہم لوگ ۲۰۰۸ء میں ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ پہلی مرتبہ استنبول گئے تھے۔

اُس سال رمضان کے اخیری عشرے میں لندن اپ ٹن لین کی مسجد قوۃ الاسلام میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے مشورہ سے خانقاہی معمولات کا سلسلہ رہا اور عید کے بعد مولانا عمران صاحب لندنی سلّمہ کی معیت میں بندہ لندن سے سیدھا استنبول پہنچا تھا اور ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم اور قاری عبدالحنان صاحب زید فیضہ اور مرحوم الحاج شوکت علی قریشی صاحب اور حاجی ناصر دادا یہ سب حضرات ممبئی سے استنبول پہنچے تھے۔

جب کہ اب کی مرتبہ دوسرا سفر اِس سال 2014 میں شعبان کے مہینے میں اللہ کے فضل وکرم سے ہوا۔

میں آپ حضرات کو یقین سے بتلاؤں کہ: وہاں جانے کے بعد جو چاہت ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ جلدی جلدی اللہ کے نبی ﷺ کے میزبان حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچے، جب ہم وہاں پر گئے تو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہاں پر اللہ کی رحمت برستی ہے، عجیب انوار کی بارش ہوتی ہے۔

دوسری چاہت یہ ہوتی ہے کہ سلطان محمد فاتح کے مزار پر ایصالِ ثواب کے لیے حاضری ہو، اتنا عظیم بادشاہ کہ جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت دی ہو کہ: وہ امیر بہت ہی اچھا امیر ہوگا۔

جب ان کے مزار پر جاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہم کسی صاحبِ دل اور صاحبِ روحانیت بزرگ کے مزار پر کھڑے ہیں۔

کچھ اسی طرح کی روحانیت ہمارے یہاں گجرات میں شہر احمد آباد میں سلطان مظفر عبد الحلیمؒ کے مزار پر بھی محسوس ہوتی ہے، جن کے عجیب حالات مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندویؒ نے ''مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' والی کتاب میں لکھے ہیں۔

دنیا کا سب سے زیادہ تبرکات والا میوزیم

وہاں کی ایک عجیب چیز توپ کاپی سرائے (Top Kapi Saray) ہے۔

یہ دنیا کا وہ میوزیم ہے جس میں سب سے زیادہ مستند تبرکات ہیں، اتنے تبرکات

دنیا کے اور کسی میوزیم میں نہیں ہیں، نہ مکہ میں اور نہ مدینہ میں؛ اس لیے کہ استنبول پانچ سو (500) سال تک اسلامی خلافت کا مرکز رہا ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بعد جو خلافت شروع ہوئی، اس خلافت کا آخری باقاعدہ مرکز ترکی رہا، ۱۹۲۲ء میں پہلی عالمی جنگ کے بعد خلافت کو ختم کیا گیا؛ اسی لیے ساری دنیا میں جو الگ الگ متبرک چیزیں ہیں ان میں سے بہت ساری وہاں پر جمع کردی گئی ہیں۔

نیز بڑے بڑے علما کہتے ہیں کہ: جتنے زیادہ مستند متبرکات اس میوزیم میں ہیں اتنے دنیا کے اور کسی میوزیم میں نہیں ہے، اس وقت جتنی چیزیں وہاں رکھی ہوئی ہیں وہ نسبتوں والی ہیں، حقیقتِ حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

لیکن ہم جیسے گنہگار امتیوں کے لیے حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب چیزوں کا دیکھنا یہ بھی سعادت مندی کی بات ہے۔

اس میوزیم کے تبرکات

(۱) اس میوزیم میں کعبہ کے بہت سارے تالے اور اس کی چابیاں ہیں۔

(۲) آپ ﷺ کا پرچم جو غزوۂ بدر میں استعمال کیا گیا تھا۔

(۳) مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام لکھا گیا حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا خط۔

(۴) آپ ﷺ کی مہرِ مبارک۔

(۵) آپ ﷺ کے روضۂ مبارکہ کی مٹی مبارک۔

(۶) آپ ﷺ کی قبر مبارک پر اُڑھائے ہوئے کپڑوں کے ٹکڑے۔

(۷) آپ ﷺ کا مشکیزہ مبارک۔

(۸) آپ ﷺ کی تلوار مبارک۔

(۹) آپ ﷺ کی کمان مبارک۔

(۱۰) آپ ﷺ سفر میں جس کٹورے کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے وہ کٹورا۔

(۱۱) آپ ﷺ کے جوتے مبارک کا تلوا مبارک۔

(۱۲) آپ ﷺ کی چپل مبارک۔

(۱۳) آپ ﷺ کا ریش مبارک۔

(۱۴) ابوتمیم غسانی کو جو خط حضور ﷺ نے لکھا تھا، اس کا نقش۔

(۱۵) خطوط مبارک۔

(۱۶) جناب رسول اللہ ﷺ کی تلوار رکھنے کی تھیلی۔

(۱۷) حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے قدمِ مبارک کے نشان۔

(۱۸) آپ ﷺ کے سر مبارک کے بال۔

(۱۹) غزوۂ احد میں آپ ﷺ کا جو دانت مبارک شہید ہوا تھا اس کا ٹکڑا۔

(۲۰) آپ ﷺ کا پیالہ مبارک۔

(۲۱) آپ ﷺ کا جبہ مبارک۔

(۲۲) غزوۂ خندق کا تخمینی نقشہ۔

(۲۳) سورۂ ہُمزہ وغیرہ کے نزول کے وقت جن چیزوں پر آیتیں لکھی گئیں ان کے چمڑے۔

(۲۴) سفر بنوالمصطلق میں جب پانی میسر نہیں آیا تھا، تب جس پتھر پر تیمم کیا تھا وہ پتھر۔

(۲۵) حضرت یوسف علیہ السلام کا عمامہ مبارک۔

(۲۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کھانا پکانے کا برتن۔

(۲۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی تلوار۔

(۲۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک۔

(۲۹) حضرت یحییٰ علیہ السلام کا دستِ مبارک جو گریس (Grees) کے اطراف میں انطاکیہ نامی جگہ سے برآمد ہوا تھا۔

(۳۰) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ایک کپڑا جس پر خون کا نشان نظر آرہا ہے۔

(۳۱) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارک۔

(۳۲) حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر ابن العوام، حضرت جعفرِ طیار، حضرت خالد ابن ولید، حضرت عمار بن یاسر، حضرت معاذ بن جبل، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت ضرار بن ازور، حضرت ابوالحصین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تلواریں۔

(۳۳) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کرتہ مبارک اور چھوٹی سی پیٹی۔ اس کرتہ مبارک کی تفصیل بندہ کے خطبات کی جلد: ۱/ ۲۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۴) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دوپٹہ۔

(۳۵) حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا بکس۔

(۳۶) حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا دلہن کو پہنانے کا پردہ۔

(۳۷) حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مصلیٰ۔

(۳۸) حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قمیص مبارک۔

(۳۹) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کرتہ مبارک۔

(۴۰) حضرت اویس قرنیؒ کی سفید ٹوپی۔

(۴۱) چاندی کا حجرِ اسود کا خول۔

(۴۲) سنہرے رنگ کا حجرِ اسود کا کَوَر۔

(۴۳) کعبہ کے پرانے میزابِ رحمت۔

(۴۴) کعبہ شریف کے تختے۔

(۴۵) کعبہ شریف کے اندر کا سرخ کپڑا۔

(۴۶) امام شعرانیؒ کی ٹوپی۔

(۴۷) علامہ جلال الدین رومیؒ کی کٹوری۔

(۴۸) امام اعظم ابوحنیفہؒ کا جبہ۔

(۴۹) امام احمد رافعیؒ کی قبر سے حاصل کردہ زمین کا ایک ٹکڑا۔

یہ سب تبرکات اس میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں۔

تبرکات کے علاوہ دوسری یادگار چیزیں

اس توپ کاپی میوزیم میں تبرکات کے علاوہ دوسری بھی بڑی یادگار چیزیں ہیں، جس میں قدیم دور میں استعمال ہونے والے جنگی اسلحے کی ایک بہت بڑی مقدار ہے۔

اس میں زرہیں جب دیکھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ اتنی وزن دار زرہیں بدن پر پہن کر کیسے جنگ کرتے ہوں گے؟

ہتھیاروں کی ایک بڑی مقدار بھی وہاں موجود ہے۔

اس کے علاوہ اصلی زبرجد، اصلی ہیرے، الماس، سلطان محمد کا گھڑی والا خنجر، یہ سب عجائب کتبات وہاں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

استنبول میں دوسری تاریخی یادگاریں

(۱) جامعہ سلطان احمد اور اس کا میدان۔

(۲) قصر بلدز۔

(۳) جامع مسجد سلیمانیہ: اس کی چوکھٹ پر صلیب والا پتھر جو کسی عیسائی بادشاہ نے دھوکے سے بھیجا تھا جس کا تذکرہ مفتی محمد تقی صاحب کے سفرنامے میں ہے۔

(۴) کتب خانہ سلیمانیہ، وہاں سے ہم کو ایک ہدایہ کی شرح کی سی ڈی (C.D) بھی ملی۔

(۵) زینان معمار کا مزار، جنھوں نے مسجد، مدرسے، مکتب، مقبرے، اسپتال، پل، مسافر خانے، وغیرہ کل ملا کر تین سو ساٹھ (360) کے قریب اسلامی یادگاریں تعمیر کیں۔

میرے مخلص دوست — جو فنِ تعمیر کے بڑے ماہر ہیں — آرکیٹکٹ اسماعیل بھائی ملاوی والے نے سنایا کہ: آج تک زینان کی تھیوری (Theory) تعمیرات کے فن میں پڑھائی جاتی ہے۔

قصرِ خلافت اور اس کی شان

اسی میوزیم میں پہلے خلیفہ رہا کرتے تھے اور خلیفہ کا محل اس زمانے میں وہی ہوا کرتا تھا جب ہم اس محل کے دروازے پر جاتے ہیں تو رونا آجاتا ہے، اس دروازے کی داہنی طرف لکھا ہوا ہے:

اَلْخَلِیْفَۃُ ظِلُّ اللّٰہِ فِیْ الْأَرْضِ۔

ترجمہ: خلیفہ زمین پر اللہ کا سایہ ہوا کرتا ہے۔

دوسری طرف لکھا ہوا ہے:

یَأْوِیْ اِلَیْهِ کُلُّ مَظْلُوْمٍ۔

جو بھی مظلوم ہوگا وہ یہاں آکر کے پناہ لے گا۔

یہ جملہ جب پڑھتے ہیں تو رونا آجاتا ہے کہ: اے اللہ! قصر خلافت اور خلیفہ کی کیا شان ہوا کرتی تھی!!!

اور اندر جہاں خزانے ہیں، اس میں سونے چاندی، جواہرات اور زمرد کی اتنی قمتی چیزیں ہیں کہ حضرت مولانا سید علی میاں ندویؒ صاحب کا ملفوظ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اگر کسی زمانے میں ترکی کی حکومت کا دیوالیہ ہوجائے تو اس خزانے میں اتنے ہیرے اور اتنا سونا ہے کہ عرصے تک اس خزانے سے پورا ملک چل سکتا ہے۔

اور ایسے ایسے تحفے ہیں جو جرمن، اٹالی اور انگلینڈ کی حکومت نے بھیجے تھے جب ہم ان کو دیکھتے ہیں تو رونا آتا ہے کہ:

اے اللہ! کسی زمانے میں خلافت کی کیا شان ہوگی کہ یورپین حکومتیں مسلمان خلفا کے لیے عزت واکرام کے ساتھ ان کی خوشی حاصل کرنے کے لیے تحفے بھیجا کرتے تھے۔

اللہ وہ مبارک اور پاکیزہ ایام امت کو دوبارہ عطا فرمائے، آمین۔

مصحفِ عثمانی

اس میوزیم کی ایک اور عجیب چیز یہ تھی کہ: قرآن مجید جو باقاعدہ ایک جگہ پر لکھ کر جمع کیا گیا، وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع کیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں قرآن مجید کے سات نسخے تیار کروائے تھے، اس میں سے ایک نسخہ اس میوزیم میں بھی موجود ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن تیار کروائے تھے اس میں سے انھوں نے ایک قرآن اپنے پاس رکھا تھا، باقی چھ قرآن دنیا کی الگ الگ جگہوں پر بھیج دیے تھے، اب وہ نسخہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا تھا اس وقت کہاں ہے؟

اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت یہ ہے کہ وہ استنبول میں ہے۔

اور ایک روایت کے مطابق تاشقند میں ہے۔

الحمدللہ! وہ دونوں نسخے ہم نے دیکھے ہیں اور جب دشمنوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرما رہے تھے:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: سوعنقریب آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہو جائیں گے (یعنی اللہ تعالیٰ ان دشمنوں سے آپ کی طرف سے نمٹ لیں گے) اور وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات کو سننے والے، ہر بات کو جاننے والے ہیں۔

دشمن نے پیچھے سے جیسے ہی حملہ کیا تو خون کا فوارہ اڑا اور یہ آیتِ کریمہ اس نسخے میں جس جگہ لکھی ہوئی وہاں گرا، جو ابھی تک ایسا کا ایسا ہی موجود ہے۔

اس کی مزید تفاصیل بندے کے سفر نامہ ''دیکھی ہوئی دنیا جلد اول'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مسلسل چار سو سال سے قرآن کی تلاوت کا مبارک سلسلہ

اس میوزیم میں تبرکات والے حصے میں اتنا اہتمام کرتے ہیں کہ وہاں کی حکومت نے چوبیس (24) گھنٹوں کے لیے قرآن کے قاریوں کی ڈیوٹی مقرر کر رکھی ہیں، جو باری باری آکر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، لکھا ہے کہ: مسلسل چار سو (400) سال سے یہ مبارک سلسلہ جاری ہے۔

اور یہ چار سو سال کی گنتی تو سقوطِ خلافت تک کی ہے، پہلی عالمی جنگ کے بعد جب کمال پاشا کا دور آیا تو اس نے اس مبارک سلسلہ کو کچھ دنوں تک رکوایا تھا اور کچھ دنوں کے بعد الحمد للہ! یہ مبارک سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا اور پھر سے وہاں رات دن قرآن کی تلاوت ہونے لگی ہے، واقعتاً تبرکات اور تلاوت کے انوار کا مشاہدہ اس کمرے میں ہوتا ہے۔

بہر حال! استنبول میں یہ سب مبارک زیارتیں ہیں اور یہ دنیا کا واحد میوزیم ہے

جہاں اتنے سارے تبرکات بیک وقت موجود ہیں۔

ہم لوگ تصویر میں جو تبرکات دیکھتے ہیں وہ سب استنبول کے میوزیم کے ہیں۔

پورے یورپ کا تبلیغی جوڑ اور اس میں شرکت کی سعادت

شعبان کے مہینے میں حضرت حافظ پٹیل صاحب دامت برکاتہم ٹکولی تشریف لائے ہوئے تھے، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ: چھٹیوں کا کیا نظام ہے؟

میں نے کہا: حضرت! میں فلسطین اور جورڈن جا رہا ہوں، وہاں سے ترکی ہوتے ہوئے پناما کا دینی، دعوتی سفر ہے۔

انھوں نے پوچھا کہ: ترکی کون سی تاریخ کو جا رہے ہو؟

میں نے کہا کہ: اٹھارہ، انیس (19، 18)۔

فرمایا کہ: دو تین دن اور بڑھا دو؛ اس لیے کہ بیس، اکیس (21، 20) کو پورے یورپ کا وہاں جوڑ ہو رہا ہے، میں بھی پہنچ رہا ہوں اور مجھ کو حکم بھی دیا کہ: آپ کو بھی اجتماع میں رُکنا ہے۔

میں نے اپنے ٹراویل ایجنٹ (Travel Agent) کو فون کیا کہ: ایک اللہ کے ولی کا ایسا حکم ہے، آپ میری ٹکٹ بدل دو۔

انھوں نے ٹکٹ بدل دیا۔

پینتالیس (45) ملکوں کے لوگ اس جوڑ میں شامل تھے۔

الحمد للہ! میں بھی تینوں دن اس میں شامل رہا۔

حضرت حافظ پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل کے قریب ''ٹکولی'' کے وطنی تھے، جامعہ ڈابھیل میں حفظ کیا، پھر برطانیہ تشریف لے گئے اور برطانیہ میں دعوت کی مبارک محنت کو شروع کرنے والوں میں آپ کا نام خاص طور پر نمایاں ہے، آپ کی فکروں سے یورپ اور امریکہ اور ویسٹ انڈیز کے جزائر میں دعوت و تبلیغ کا کام خوب پھیلا۔

آپ کے بیٹے مولانا سعید پٹیل صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامعہ ڈابھیل میں پڑھے، حضرت حافظ صاحب نے امریکہ اور پناما میں بھی بہترین معیاری دارالعلوم قائم کیے اور ٹکولی میں بھی مدرسہ دارالعلوم دعوۃ الایمان قائم کیا اور اس وقت بوسنیا (Bosnia) میں بھی فکریں ہو رہی ہیں۔

مدرسہ، خانقاہ اور دعوت تینوں مبارک سلسلے سے مربوط تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف صاحب متالا کے خلیفہ تھے۔

علما، صلحا سے بڑی محبت فرماتے تھے، ہر ایک کو تحفے ہدایا پیش کرتے تھے، میرے ساتھ خورد نوازی کا مثالی معاملہ فرماتے تھے، میرے مرحوم بھائی مولانا محمد اور ان کے بچوں کے ساتھ کامل اپنائیت کا برتاؤ کرتے تھے، ابھی حال ہی میں ۱۸ رفروری ۲۰۱۶ء بروز جمعرات بعد المغرب آپ کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے، درجات بلند فرمائے، آمین۔

استنبول کا تبلیغی مرکز اور دینی ماحول

ماشاء اللہ! ترکی میں موجودہ حکومت کی دین پسندی اور دینی محبت کی وجہ سے

اس وقت استنبول میں کافی دینی چہل پہل دیکھنے کو ملتی ہے، پہلے سفر اور دوسرے سفر میں کافی تبدیلی نظر آئی۔

پہلے سفر میں اسلامی لباس دیکھنے کے لیے نگاہیں ترستی تھیں، بہنوں میں برقعہ وغیرہ عام طور پر نظر نہیں آتا تھا، صرف شیخ آفندی کی خانقاہ والے علاقے میں پردہ اور اسلامی لباس نظر آتے تھے۔

لیکن اس دوسرے سفر میں حیرت انگیز دینی تبدیلیاں نظر آئیں، اب جا بجا بازاروں میں، ٹرینوں میں، ایئرپورٹ پر مسلمان عورتیں اسلامی برقعے میں نظر آتی ہیں، لڑکیوں میں بھی نقاب خوب عام ہو رہا ہے، داڑھیاں اور اسلامی لباس میں مزین مردوں کی بہت بڑی تعداد نظر آتی ہیں، پہلے سفر کے موقع پر ان سب چیزوں کے لیے بڑے شہروں میں کافی کمی نظر آتی تھی، اب الحمد اللہ! اللہ کے فضل سے بڑی دینی بیداری نظر آتی ہیں۔

استنبول میں دعوت و تبلیغ کا مرکز بھی بڑا عالی شان، وسیع تیار ہو گیا ہے، پہلے سفر کے موقع پر چوں کہ میرا برطانیہ سے ترکی جانا ہوا تھا اور عزیزم مولوی عمران پٹیل زید مجدہ ساتھ تھے، انھوں نے ہوٹل کے کمرے انٹرنیٹ سے بُک کروا رکھے تھے۔

لیکن میں حضرت مفتی صاحب کی آمد سے ایک روز پہلے استنبول پہنچ گیا تھا، وہاں جا کر ہوٹلوں کا ماحول اور ہوٹلوں کا جائے وقوع دیکھ کر ان میں قیام کرنا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوا تھا، تو بک کروائی ہوٹل کے پیسے بھی ہوٹلوں کے قانوں کے مطابق ایسے ہی چھوڑ دینے پڑے اور تبلیغی مرکز پر قیام کرنا پسند کیا۔

برطانیہ ہی سے استنبول کے مرکز کا کچھ پتہ مل گیا تھااور پہلے سفر کے وقت استنبول کی میٹروٹرین کا آخری اسٹیشن یہی تبلیغی مرکز والا علاقہ تھا۔

اگرچہ اس دوسرے سفر میں یہ دیکھنے میں آیا کہ میٹروٹرین کی پٹریاں شہر کے مزید پھیل جانے کی وجہ سے مرکز کے علاقے سے بھی کافی آگے تک چلی گئی ہے، البتہ تبلیغی مرکز والی مسجد ہی کے نام سے اس علاقے کے ریلوے اسٹیشن کا نام بھی رکھا گیااور اس اسٹیشن کو''مسجدِ سلام'' کہتے ہیں اور یہ حکومت کی دین داری کی ایک اور دلیل ہے، جیسے ہمارے یہاں دہلی میں تبلیغی مرکز حضرت نظام الدین کے علاقے میں آتا ہے اور اس نام سے اب ٹرینیں بھی چلتی ہیں۔

خیر! تبلیغی مرکز کو مسجدِ سلام کہتے ہیں، وہاں اطراف وجوانب کے ملکوں سے جماعتوں کا آنا جانا ہوتا رہتا ہے، ہمارے پہلے سفر کے وقت ایران، بوسنیا کی جماعتیں آئی ہوئیں تھی اور بوسنیا کی جماعت میں دارالعلوم کراچی کے پڑھے ہوئے ایک مولوی صاحب تھے، جو ترکی زبان سے بھی بڑے واقف تھے اور انھوں نے ہمارے بیانوں کا ترکی زبان میں ترجمہ کرنے کی بڑی خدمت کی۔

پہلے سفر کے موقع پر میرے برطانیہ سے ترکی پہنچنے کے ایک دن بعد جب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم قافلے کے ساتھ بمبئی سے ترکی پہنچے تو آپ نے بھی مرکز کے اس قیام کو بہت پسند فرمایااور مرکز کے ذمے داران بھی ہندوستانی علما کے اس قافلے سے بہت خوش تھے اور ان کی درخواست یہ رہتی تھی کہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد ہم میں سے کسی کا بیان ہوجایا کرے، الحمدللہ! چھ دن روزانہ فجر بعد دینی بات کرنے

کی سعادت ہم لوگوں کو حاصل رہی۔

ایک دومرتبہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا خطاب ہوا، ایک مرتبہ دارالعلوم لیسٹر کے مہتمم مولانا اسماعیل مدظلہ کا خطاب ہوا، چار مرتبہ مجھے دینی بات پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی اور مرکز کے ساتھیوں میں سے بھائی ابراہیم عمر ناشتے کے بعد اپنی گاڑی میں لے کر مختلف زیارتوں کے لیے لے جاتے، بمبئی سے حضرت مفتی صاحب کے ساتھ کھانا بھی بڑی مقدار میں آیا تھا، اسی لیے مرکز کے مطبخ میں اس کو گرم کر کے ہم استعمال کرتے تھے۔

ترکی کا کھانا

ترکی کے لوگوں کے کھانے میں ذرہ برابر بھی مرچ مسالے نہیں ہوتے، البتہ ترکش کباب بہت ہی عمدہ لذیذ ہوتے ہیں، ترکی کی مٹھائی بھی بہت عمدہ اور مشہور ہوتی ہے، ترکی مرکز پر یہ دیکھا کہ دسترخوان پر مرچ کے ڈبے رکھے جاتے ہیں، جس طرح ہمارے یہاں نمک کے ڈبے رکھے جاتے ہیں وہاں مرچ اور نمک دونوں رکھے جاتے ہیں، ہمارے رفقائے سفر بڑی مقدار میں مرچ ملا کر کھاتے تھے؛ تاکہ کسی درجہ ہماری طرح کا ذائقہ پیدا ہو سکے۔

ایک مرتبہ مرکز پر ہم نے خود کھانا تیار کیا، وہاں کے طعام کے ذمے دار ساتھی ہماری مرچ کی مقدار دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے کہ آپ اس قدر مرچ کھاتے ہیں، کچھ اس طرح کا نظارہ "ری یونین" کے سفر میں ہوا کہ وہاں بالکل کم مرچ کا کھانا ہوتا ہے؛ اس لیے ہری پیسی ہوئی مرچ کی ڈبیاں ہر دسترخوان کا جزو لاینفک ہوتی ہیں، خاص طور

پر جب دوسرے ملک کے مہمان دستر خوان پر ہوں تب؛ تا کہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق مرچ ملائے۔

ہم لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ دودھ اور چائے تک مسالے والے پسند کرتے ہیں، پھلوں پر بھی مسالے چھڑ کتے ہیں اور کھانے کا اثر مزاج پر پڑتا ہے، جو ہمارے کھانوں سے ہمارے مزاج میں نمایاں ہیں۔

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے واقعے پر ایک ترکی عالم کا عجیب جملہ

فجر کی نماز کے بعد کے بیان میں مرکز پر مقیم ترکی حضرات اس کے علاوہ آئی جماعتوں کے افراد اور مختلف محلوں کے تبلیغی ذمے دار احباب شریک ہوتے، ساتھ ہی قریب کی مساجد کے ائمہ اپنی مسجدوں کی نماز سے فارغ ہو کر اس بیان میں شامل ہوتے، ایک روز فجر کے بعد بیان میں بندے نے عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ بیان کیا، بیان کے بعد ترکی کے ایک مؤقر عالمِ دین میرے پاس آئے اور مجھے سناتے ہوئے بہت زور سے کہ مجمع کے اکثر افراد سن سکیں اس طرح کہنے لگے کہ:

ہندوستانی علما کی جماعت یہیں رہ کر اس وقت تک دین کی محنت برابر کرتی رہے گی، جب تک کہ خلافت پھر سے استنبول میں قائم ہو جائے۔

پھر انھوں نے مجھے اس واقعہ کا کسی عربی کتاب کا حوالہ پوچھا، باادب دو حوالے عرض کیے گئے۔

آپ حضرات کے ایمان کی تازگی کے لیے ہمارے جامعہ ڈابھیل کے تیسرے شیخ الحدیث، مفسرِ قرآن، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، جن کے بابرکت حجرے میں قیام کی بندے

کو اس وقت سعادت حاصل ہے، ان کی ایک تقریر سے وہ واقعہ لفظ بہ لفظ نقل کرتا ہوں:

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ

ایک جہاد میں حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کچھ اور مسلمانوں کے ساتھ رومیوں کے ہاتھ قید ہو گئے تھے، عیسائی بادشاہ کو خبر ہو گئی تھی کہ محمد کے ماننے والوں کے ایمان پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔

اس نے اس موقع پر اس بات کو آزمانا چاہا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ جو قید ہو چکے تھے ان سے کہا کہ: میں تم سے اپنی لڑکی کی شادی کر دوں گا اور سلطنت کا ایک حصہ تمھیں دے دوں گا اگر تم اپنا دین چھوڑ دو اور عیسائی بن جاؤ۔

انھوں نے تعجب سے جواب دیا کہ: تو مجھے طمع دلاتا ہے، اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی مجھے دے دے پھر بھی یہ بات نہیں ہو سکتی۔

جب اس نے دیکھا کہ لالچ دینے سے تو کام نہ بنا تو تکلیف دینا شروع کی اور قید خانہ میں ڈال دیا اور کھانا پانی دینا بند کر دیا، جب بالکل مخمصہ کی حالت کو پہنچ گئے تو ان کے سامنے خنزیر کا گوشت اور شراب پیش کی گئی، باوجود یہ کہ حالتِ مخمصہ میں ان کے لیے ان چیزوں کا بقدرِ ضرورت استعمال جائز تھا؛ مگر غیرتِ اسلامی کی بنا پر اس خیال سے کہ میں یہ کھالوں گا تو یہ لوگ خوش ہوں گے کہ دیکھا اب بھوک کی وجہ سے اسلام کہاں گیا؟ کچھ نہ کھایا۔

بادشاہ نے ان کو بلا کر پھر وہی لالچ دیا اور سمجھایا۔

انھوں نے پھر وہی جواب دیا۔

تو اس نے یہ تدبیر کی کہ ایک بڑی دیگ میں تیل گرم کرنا شروع کیا، جب وہ گرم ہوتے ہوتے تقریباً آگ ہو گیا تو عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کھڑا کیا اور ان کے سامنے قیدیوں میں سے ایک کو اس کے اندر ڈال دیا۔ جو حال ہونا چاہیے تھا ظاہر ہے۔

پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ: دیکھو! تم سے بھی یہی معاملہ کیا جائے گا، اب بھی میری بات پر عمل کرلو۔

انھوں نے انکار کیا۔

تو ان کو بھی اس میں ڈالنے کا حکم دیا۔

جب ڈالنے کے لیے ان کو لے جا رہے تھے اس وقت حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

بادشاہ سمجھا کہ اب شاید خوف زدہ ہو کر میرا مطالبہ تسلیم کرلیں گے؛ اس لیے ان کو واپس بلوایا اور کہا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ اب تم میری بات تسلیم کرلو گے۔

انھوں نے جواب دیا کہ: تجھے مغالطہ ہوا ہے، یہ رونا جان جانے کے خوف سے نہیں؛ بلکہ مجھے اس پر حسرت وافسوس ہوا کہ میں اللہ کے راستے میں فقط ایک ہی حقیر جان پیش کر رہا ہوں، کاش! اگر میرے ہر بنِ مو کی جگہ ایک ایک جان ہوتی تو ان سب کو اللہ کی راستے میں قربان کر دیتا، تب مجھے پوری خوشی ہوتی۔

ان باتوں کو سن کر بادشاہ نے کہا کہ: اگر تم میری پیشانی کو ایک بوسہ دے دو (یہ تعظیمی چیز تھی) تو چھوڑ دوں گا۔

انھوں نے پوچھا کہ: فقط مجھے چھوڑ دوں گے یا میرے ساتھیوں کو بھی۔

اس نے کہا: سب کو چھوڑ دوں گا۔

ان حضرات کی تو حکیمانہ سمجھ تھی، جب صرف اپنی جان بچانے کا معاملہ تھا تب تو وہ کیا جو اوپر ذکر ہوا، اب جب دیکھا کہ ایک معمولی بات پر چند مسلمانوں کی جان بچ جاتی ہے اور وہ سب اعداء اللہ کے نرغے سے رہائی پاتے ہیں تو منظور کرلیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر سب کو چھڑا کر لے آئے۔

چنانچہ ان کی آمد کی خبر مدینہ میں پہنچی، یہ خلافتِ فاروقی کا زمانہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پورے واقعہ کی خبر پہلے ہو چکی تھی، انھوں نے تمام مسلمانوں سے کہا کہ: عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے استقبال کو چلو، ہر مسلمان پر ان کا حق ہے کہ ہر ایک ان کی پیشانی کو بوسہ دے، میں بھی استقبال کو جاؤں گا اور بوسہ دوں گا۔

چنانچہ مدینہ والے مع امیر المؤمنین کے ان کے استقبال کے لیے باہر آئے اور ہر ایک نے بطورِ اکرام و تعظیم ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اس قسم کی جاں نثاری کے بے شمار واقعات ہیں اور پوری تاریخ شاہد ہے۔

اب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ لو کہ! دین اور حضور ﷺ کے مقابلے میں حبِ طبعی کہاں گئی؟

اس حدیث میں ایسی ہی محبت کی ترغیب ہے۔ (فضل الباری شرح بخاری ۱/ ۳۴۰)

ترکی کے مسلمانوں کی خدمت گزاری اور عجیب سوال

پہلے سفر کے موقع پر، اسی طرح اس دوسرے سفر کے موقع پر ترکی کے مسلمانوں

سے مل کر یہ بات سمجھ میں آئی کہ یہ لوگ خدمت کا بڑا عجیب جذبہ رکھتے ہیں:

پہلے سفر کے موقع پر کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ٹرینوں میں لوگ ہمارا ٹکٹ خود سے لے لیتے اور شرافت کا یہ عالم کہ بتاتے بھی نہیں؛ بلکہ جب ہم ٹکٹ کنڈکٹر (Conducter) کو ہمارے ٹکٹ کے پیسے آگے بڑھاتے، تب وہ بتاتے کہ: فلاں صاحب نے آپ کے ٹکٹ کے پیسے ادا کر دیے ہیں۔

رہبری کا بھی بڑا اچھا جذبہ ان میں دیکھا، بہت سی مرتبہ یہ ہوا کہ ہم نے کسی سے کسی جگہ کے متعلق پتہ دریافت کیا تو وہ خود چل کر پتہ دکھانے کے لیے آئے، ایک موقع پر ایک صاحب قریب تین، چار، کلومیٹر تک صرف رہبری کے لیے آئے۔

البتہ پہلے سفر کے موقع پر دل کو ہلانے والی ایک بات یہ پیش آتی تھی کہ ہمارے لباس اور وضع قطع کو دیکھ کر ٹرین وغیرہ میں بہت سے لوگ تعجب سے سوال کرتے کہ: آپ کون سے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟

ایک موقع پر کچھ ترکی حضرات ہم سے انگریزی میں یہ سوال کرر ہے تھے، تو حضرت مفتی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

میں نے عرض کیا: ہم سے پوچھ رہے ہیں کہ آپ کا مذہب کونسا ہے؟

اس طرح کے عجیب سوال سے رنجیدہ ہو کر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے مجھ سے یوں فرمایا کہ: تم ان سے پوچھو کہ تم ہم کو کس مذہب پر سمجھتے ہو؟

خیر! اس دوسرے سفر میں تو اس طرح سوالات کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، یہ بھی ایک دینی بیداری کی بات ہے۔

تبلیغی اجتماع

اس دوسرے سفر کے موقع پر استنبول میں پورے یورپ کا مشاورتی جوڑ بھی ہو رہا تھا اور اسی جوڑ کی مناسبت سے حضرت حافظ پٹیل صاحب نوراللہ مرقدہ نے میری ٹکٹ کی تاریخ میں کچھ تبدیلی بھی کروائی تھی جس کی برکت سے اس مشاورتی جوڑ میں شرکت کی مجھے بھی سعادت حاصل ہوگئی۔

اس جوڑ میں ہندوستان سے مولانا اسماعیل صاحب گودھروی صاحب مدظلہ العالی ایک جماعت کے ساتھ کئی روز پہلے سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

ساؤتھ افریقہ سے مولانا یوسف صاحب توتلا مدظلہ العالی جو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ صاحب کے خلیفہ ہیں، وہ بھی ایک بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہوئے تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ صاحب نے جب اسٹینگ ساؤتھ افریقہ میں رمضان المبارک کے مہینے میں قیام فرمایا تھا تو اس وقت وہاں کے میزبانوں میں مولانا یوسف توتلا صاحب پیش پیش تھے اور مخدومی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی معیت میں ساؤتھ افریقہ کے سفر کے موقع پر ان کے دولت کدے پر ایک رات قیام کی سعادت بھی مجھے حاصل ہوئی۔

مولانا یوسف صاحب توتلا مدظلہ العالی اتنے بڑے صاحبِ نسبت بزرگ ہونے کے باوجود خود اپنے ہاتھ سے مہمانوں کا بستر لگانا اور دوسری خدمات کرنے کا کام انجام دیتے ہیں۔

اس اجتماع میں ہمارے گجرات کی ایک تبلیغی جماعت بھی وہاں موجود تھی۔

شیخ یونس تیونسی بھی اجتماع میں

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب کی معیت میں فرانس کے پہلے اور دوسرے سفر کے موقع پر پیرس کے ہمارے میزبان مولانا ہارون صاحب ٹگاری مدظلہ نے وہاں کے تبلیغی مرکز پر قیام بھی کروایا اور بیان بھی کروایا۔

پیرس میں مقیم تیونس کے ایک بڑے عالمِ دین شیخ یونس حفظہ اللہ جو اصلاً تیونس کے ہیں، انسانیت کی اصلاح کا بڑا درد رکھتے ہیں اور فرانس میں دعوت وتبلیغ کی محنت کے بانیوں میں سمجھے جاتے ہیں، ان سے بھی بڑی محبت کے تعلقات جانبین سے ہو گئے، بیان میں مجمع کو رُلانا اور خود بھی رونا اور دینی فکر بیدار کرنے کا اللہ نے ان کو عجیب ملکہ عطا کیا ہے۔

ہمارے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے عاشق زار ہیں، عمر میں بڑے ہونے کے باوجود علمی استفادے کا عجیب وغریب جذبہ رکھتے ہیں، پیرس میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم اور میرے بیان کے وقت قلم اور کاپی لے کر باتوں کو نوٹ کرتے اور جو باتیں چھوٹ جاتیں وہ بیان کے بعد کھانا، پینا، راحت سب کچھ قربان کر کے رات دیر تک پوچھ کر نوٹ کرتے۔

اور دینی باتیں دریافت کرتے ہوئے یہ بھی کہتے ہوئے چلتے ہیں کہ آپ کو یہ باتیں لکھوانے میں تکلیف تو ہو رہی ہے؛ چونکہ آپ سفر میں ہو، مسلسل بیانات ہو رہے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود یہ سب باتیں آپ مجھے نوٹ کروائیے، میں آپ کی باتوں پر عمل کروں گا اور جہاں کہیں جاؤں گا، پہنچاؤں گا، جس سے آپ کو بھی بڑا اجر ملے گا۔

ان کی اس طرح کی مثالی طالب علم کی باتیں سن کر کے تھکان، نیند اور طعام کے تقاضے کے باوجود ہم کو بھی بیٹھنے کی ہمت ہو جاتی۔

محترم شیخ یونس صاحب حفظہ اللہ بھی استنبول کے اس جوڑ میں تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے بھی اچھی خاصی ملاقاتیں، مذاکرے بھی ہوتے رہے۔

شیخ موصوف ہمارے جامعہ ڈابھیل بھی تشریف لاتے رہتے ہیں۔

دارالعلوم زکریا ساؤتھ افریقہ اور ترکی کے طلبہ

دعوت و تبلیغ کی محنت کی برکت سے ترکی کے کچھ بھائیوں کے دلوں میں ہمارے دارالعلوم دیوبند والی ترتیب سے اپنے بچوں کو پڑھانے کا شوق پیدا ہوا، تو یہاں کے ذمے داروں میں بھائی ابراہیم عمر صاحب نے اپنے بیٹوں کو جامعہ زکریا پڑھنے بھیجا اور ایک دوسرے احمد نام کے طالب علم بھی جامعہ زکریا میں پڑھتے ہیں۔

جامعہ زکریا کے مدیر اور وہاں کے مؤقر اساتذہ کی ایک جماعت ہمارے حضرت مفتی صاحب کے شاگردین و مریدین میں سے ہیں۔

جامعہ کے مدیرِ محترم اور دیگر اساتذہ نے ترکی کے ان طلبہ کو افریقہ سے فون کر دیا، جس کی برکت سے بھائی ابراہیم عمر نے خوب رہبری اور خدمت کی اور اپنے گھر پر کھانے کی شاندار دعوت بھی کی۔

شیخ احمد ترکی حفظہ اللہ کے ریسٹورنٹ میں بہت ہی اعلیٰ قسم کی دعوت ہوئی۔

دور دراز کے ملکوں میں اس قدر اکرام یہ اللہ کے فضل سے دینی، علمی نسبتوں کی برکات ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں جس کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

توپ کاپی میوزیم میں فتحِ استنبول کا عجیب دل کش نظارہ

استنبول میں توپ کاپی میں قصر الخلافہ جن میں تبرکات اور نوادرات، جواہرات اور اسلحات کا ایک نادر اور عظیم ذخیرہ ہے، اسی طرح کی ایک جگہ اور ہے جس کو بھی توپ کاپی میوزیم کہتے ہیں، پہلے سفر کے موقع پر بھی وہاں جانا ہوا تھا، وہاں کچھ نادر خطوط اور تصویرات کے البم (Album) محفوظ ہیں، اب اس دوسرے سفر کے موقع پر جب اس میں حاضری ہوئی تو اس میں اب بہت کچھ اضافے اور توسیعات ہو چکی ہیں۔

سب سے بڑی دل چسپ چیز اب یہ ہوگئی ہے کہ فتح استنبول کے واقعات جو کتابوں میں پڑھنے کو ملتے ہیں اس کا دل چسپ نظارہ تیار کیا گیا ہے، جس میں وہ تمام واقعات زندہ تصویروں کی شکل میں دکھائے جاتے ہیں اور فتح کے تاریخی واقعے کے متعلق پرانی یادگار چیزوں کو نہایت مرتب انداز سے رکھ کر بولتی تصویروں کی شکل میں دکھایا جاتا ہے، فاتح انسانوں کی مصنوعی آواز، جانوروں کی آوازیں، اسلحے گولے بارود کی آوازیں، ایک عجیب انداز میں دکھائی جاتی ہیں، جہاں کھڑے رہنے کے بعد ہٹنے کا دل نہیں چاہتا، ایسا لگتا ہے کہ فتح کا واقعہ ہمارے سامنے ہو رہا ہے اور فریضۂ منسیہ متروکہ کے پاکیزہ جذبات بیدار ہو جاتے ہیں۔

حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کا مزار

پہلے سفر میں ایک روز شام کے وقت بھائی ابراہیم عمر اپنی گاڑی سے استنبول کے ایک طرف اونچے پہاڑ پر ہم کو لے گئے، جس پر سے تقریباً پونے شہر کا نظارہ ہمارے

سامنے تھا، استنبول کے سمندر اور ایشیا اور یورپ کو جوڑنے والے پل کا منظر بھی سامنے تھا اتنے میں مغرب کی اذان کا وقت ہو گیا اور استنبول شہر کی ہزارہا مساجد کے میناروں سے ایک ساتھ بلند ہونے والی اذان کا پر کیف منظر ایمان کو تروتازہ کر گیا۔

وہاں کی مساجد میں عام طور پر یہ ماحول بھی ہے کہ فرض نماز کے بعد پانچ سے دس منٹ تک بہت ہی عمدہ قران مجید کی تلاوت ہوتی ہے، ایک قاری صاحب قرآن پڑھتے ہیں اور سب لوگ سنتے ہیں، پھر فاتحہ کا لفظ زور سے بولا جاتا ہے اور مختصر دعا کے بعد لوگ اپنے کاموں کی طرف نکل جاتے ہیں۔

اسی پہاڑ پر ہم نے مغرب کی نماز ادا کی، نہایت سخت سردی تھی، مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر بھائی ابراہیم عمر ایک دوسرے پہاڑ پر لے گئے، وہاں حضرت یوشع علیہ السلام کا مزار بتلایا جاتا ہے، ہم نے وہاں عشا کی نماز ادا کی اور پھر ہم قیام گاہ مرکز کی طرف واپس لوٹے۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا مزار جورڈن میں بھی بتلایا جاتا ہے، وہاں پر بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور جورڈن میں جس پہاڑی پر حضرت یوشع علیہ السلام کا مزار بتلایا جاتا ہے، وہاں سے مسجدِ اقصیٰ کا گنبد جب افق صاف ہوتا ہے تب نظر آتا ہے اور اس کا بھی بڑا عجیب منظر ہوتا ہے۔

ان شاء اللہ اس کا تفصیلی تذکرہ تیسری جلد میں آئے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام والی مچھلی

قرآنِ مجید میں سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا

واقعہ آیا ہے، جو مزید تفصیلات کے ساتھ بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔

اس واقعے میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تو علامت کے طور پر ایک مچھلی ساتھ میں تھی، بھنی ہوئی یہ مچھلی سفر میں غذا کا کام بھی دیتی تھی اور جہاں زندہ ہوجاوے اس کے قرب وجوار میں حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوگی، یہ علامت بھی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام اس مچھلی کو ایک طرف سے پورا کھا چکے تھے اور ایک طرف کا گوشت کھانے کی وجہ سے اس طرف کا کانٹا بھی سامنے نظر آنے لگا تھا، جب کہ دوسری طرف گوشت ابھی باقی تھا اور وہ مچھلی اللہ رب العزت کی قدرت سے زندہ ہوکر سمندر میں چلی گئی، معارف القران اور دوسری تفاسیر میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ اس مچھلی کی نسل آج تک موجود ہے۔

الحمد اللہ! ۱۹۹۹ء ـــ ۲۰۰۰ء کے سال رمضان کے مہینے میں ۵ ر رمضان سے لے کر عید کے بعد تک پناما میں دینی نسبت سے قیام کی پہلی مرتبہ بندے کو سعادت حاصل ہوئی تھی۔

پناما میں مقامی علما اور دین دار لوگوں کے ایک قافلے کے ساتھ ساحلِ سمندر پر جانا ہوا، تو ساحل کے قیام کے وقت پناما کے مشہور عالمِ دین مفتی عبد القادر صاحب کے چھوٹے بھائی صالح بھائی جو عزیزِ مکرم مولوی احمد بھٹی کے والد ہوتے ہیں اور علما سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بڑی خدمت کرتے ہیں، وہ کہیں سے ڈھونڈ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی کی نسل کی تازہ مچھلیاں لے آئے تھے۔

انھوں نے بتایا کہ: اس نسل کی مچھلیاں بہت ہی کم مارکیٹ میں آتی ہیں اور

گراں قیمت ہونے کے باوجود بھی خاص طور یہودی لوگ فوراً اس کو خرید لیتے ہیں۔

بحمداللہ! پناما میں ''سمکِ موسیٰ'' سے محظوظ ہونے کا موقع ملا تھا، پھر بعد کے اسفار میں بھی یہ موقع ملتا رہتا ہے۔

اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں جب مصر کا سفر ہوا تو اسکندریہ شہر میں اس مچھلی کو دیکھنے اور اس سے محظوظ ہونے کا موقع ملا۔

وہ مچھلی بھی عجیب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے، اس کی نسل آج تک اسی طرح ہے، ایک طرف گوشت ہے، دوسری طرف صرف کانٹا ہی ہے، گوشت بالکل نہیں ہوتا اور کانٹے کے اوپر چمڑی ہوتی ہے، اسی طرح اس مچھلی میں توالد وتناسل کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

الحمداللہ! دینی اسفار کی برکت سے عالم کے پانچوں برِ اعظم میں مختلف قسم کی مچھلیوں سے محظوظ ہونے کا موقع ملتا رہتا ہے؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کی برکت سے جو لذّت اس قسم کی مچھلی میں ہے، وہ دنیا کی کسی اور مچھلی میں دیکھنے کو نہیں ملی۔

شانلی اورفہ (عرفہ) (SanliUrfa) کا تعارف

یہ ترکی کے مشرقی حصے میں واقع ہے، یورپ میں سب سے پہلا قرآن کا ترجمہ اسی شہر کے قریب فرانسی راہب ''بطرس'' نے کرایا۔

1517ء میں عثمانی خلفا اس شہر میں داخل ہوئے، عثمانی خلافت کے ختم کے بعد یہ شہر ترکی کا حصہ بن گیا۔

638ء میں مسلمان صلحاً داخل ہوئے۔

1098ء میں صلیبیوں کے قبضے میں چلا گیا۔

1144ء میں عماد الدین زنگیؒ نے دوبارہ فتح کرلیا۔

اس شہر کے متبرک مقامات میں سے یہ ہیں:

(۱) مسجدِ صلاح الدین ایوبیؒ ۵۷۹ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔

(۲) بحیرۂ سمکیہ: کہا جاتا ہے کہ جس آگ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا وہ آگ پانی میں تبدیل ہوگئی اور اس میں مچھلیاں موجود ہیں۔

(۳) کہفِ میلادِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام و جامع خلیل الرحمن: وہ مقام جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی، وہاں ایک مسجد بھی بنادی گئی۔

نوٹ: ابراہیم علیہ السلام کی جائے ولادت میں اور روایات بھی ہیں۔

(۴) مقام النبی ایوب وقبرہ: جس مقام پر حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے بدن پر پانی بہایا تھا اور آپ کو شفا ہوئی تھی۔

(بشکریہ: شیخ اویس گودھرا مدظلہ)

شانلی عرفہ (حران) کی زیارت کی تمنا

پھر آگے ایک اور زیارت کی بہت تمنا تھی اور اس سے پہلے جب ہمارا حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ سفر ہوا تھا تو وہاں نہیں جاسکے تھے، وہ ترکی کا ایک علاقہ ہے جو کسی زمانے میں شام کا حصہ تھا؛ لیکن پہلی عالمی جنگ کے بعد عالم کے نقشے گڑ بڑائے تو یہ ملک شام کا حصہ ترکی میں آ گیا، استنبول سے ہوائی جہاز سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا راستہ ہے، اس کا نام ''عرفہ'' ہے، الحمد للہ! اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے

وہاں کی حاضری بھی نصیب فرمائی۔

''عرفہ''، جس کا تفسیر کی کتابوں میں ''حران'' نام ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت میں حضرات مفسرین نے ''حران'' کا تذکرہ کیا ہے، کئی تفسیروں میں اس کا تذکرہ آیا ہے اور اسی علاقے کو آج ''عرفہ'' کہتے ہیں۔

منیا ترکیہ (Minia Turkiya)

ترکی کے پہلے سفر کے موقع پر استنبول میں بھائی ابراہیم عمر ایک جگہ پر لے گئے تھے، جہاں پورے ترکی کے تمام شہروں میں مختلف تاریخی یادگاریں اور عجائبات ہیں، ان کا نمونہ بنایا گیا ہے، گویا پوری ترکی کی تمام ہی اہم یادگاروں کو چھوٹی چھوٹی عمارتوں میں بنا کر ایک احاطہ میں رکھا گیا ہے، اسی جگہ پر علامہ رومیؒ کے مزار اور خانقاہ کا نظارہ بھی دیکھا تھا، جو حقیقت میں استنبول سے کافی دور ''کونیا'' شہر میں ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے ولادت، نارِ نمرود، گوپھن، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام کے مزارات وغیرہ سب چیزوں کے چھوٹے چھوٹے اصل کی طرح بعینہ نمونے بنائے گئے ہیں۔

الحمد اللہ! اس دوسرے سفر میں ان مقامات کی زیارتِ اصل ان جگہ پر جا کر کرنے کا موقع حاصل ہو۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کی زیارت

بہرحال! ہم لوگ صبح کی فلائٹ سے عرفہ پہنچے تو چونکہ وہاں پہلے ہی سے دعوت

وتبلیغ کے ذمے دار ساتھیوں کو اطلاع ہو چکی تھی کہ ہندوستان کے کچھ علما آرہے ہیں، ان میں خاص طور پر بھائی عبدالرحمن صاحب تھے جو کسی اسکول کے ٹیچر ہے؛ اس لیے وہ لوگ ہم کو ائیر پورٹ پر لینے کے لیے آگئے اور پھر کہا کہ: آج ناشتہ کرنے کے بعد ہم آپ کو پہلی زیارت حضرت ابراہیم علیہ السلام جہاں پیدا ہوئے تھے اس کی کراتے ہیں۔

دل میں بڑی بے چینی تھی کہ کب ہم ناشتے سے فارغ ہوں اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کی زیارت کے لیے جائیں، ناشتے میں دل نہیں لگ رہا تھا کہ کب اس مبارک جگہ کو دیکھیں اور اپنی آنکھوں کو سکون پہونچے۔

ناشتے کے بعد ہم لوگ وہاں روانہ ہوئے، پہاڑ کے دامن کے ایک بڑے وسیع احاطے میں یہ جگہ واقع ہے، ویسے تو دور سے بورڈ شروع ہو گئے تھے "مَوْلِدُ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْم علیہ السلام" اور جیسے جیسے راستہ قریب ہوتا گیا دل میں اور شوق بڑھتا چلا گیا اور درودِ ابراہیم پڑھنا شروع کر دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: کثرت سے درودِ ابراہیم پڑھو۔

پستے کے درخت اور "گراناڈا" ملک کا حال

الحمد اللہ! دنیا کے مختلف ملکوں کے مختلف اسفار میں انواع واقسام کے پھل اور میوے کھانے کو ملتے ہیں اور بہت سی جگہوں پر ان کے درخت دیکھنے کو ملتے ہیں۔

"ویسٹ انڈیز" کے ایک سفر کے موقع پر وہاں کے ایک چھوٹے سے ملک "گراناڈا" جانا ہوا، یہ جزیرہ ہے، وہاں "خیر گاؤں" کے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی آبادی ہے اور کچھ لوگ ہمارے بارڈولی کے بھی ہیں۔

اس "گراناڈا" ملک جانے کے لیے ہندوستانی پاسپورٹ والوں کو مطار پر

ویزا ملتا ہے، ایسے ممالک میں خاصی خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے ملک کی دوسرے ملک میں عزت ہے کہ یہاں پہلے سے ویزا نہیں لینا ہوتا، اس ملک کے ہوائی اڈے پر بڑے حروف سے لکھا ہے ("Spice Icelan") یعنی یہاں انواع واقسام کے مرچ مسالے ہوتے ہیں۔

اس جزیرے میں چاکلیٹ، کیڈبری، جائفل، جاونتری، لونگ کے اس قدر درخت ہیں کہ جتنا چاہو خود توڑ لو۔

اور پھلوں کی اتنی کثرت ہے کہ کوئی شخص کچھ کام نہ کرے اور عبادت کے واسطے اپنے آپ کو فارغ کردے تو بھی اطمینان سے بلا مشقت پھل کھا کر بغیر پیسوں کے زندگی بسر کرسکتا ہے، یہاں پھل اور میوہ جات کی کثرت ہے۔

خیر! شانلی عرفہ مطار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے ولادت کی طرف جاتے ہوئے راستے میں کثرت سے پستے کی باڑیاں تھیں، راستے کے دونوں طرف خوش نما باڑیاں دیکھ کر ہم رُک گئے اور قریب جا کر پستے کے درختوں کو، پھول کو اور ابتدائی مرحلے کے پستوں کو دیکھا۔

عجیب اطمینان وسکون والی جگہ

پھر ہم "مولد سیدنا ابراہیم" والے احاطے کے دروازے میں داخل ہوئے ، وہاں ایک عالی شان مسجد "مسجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام" بنی ہوئی ہے اور وہیں ایک بڑا پہاڑ ہے اور اس پہاڑ میں ایک غار ہے، جس غار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: اس غار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی، وہ عجیب غار ہے۔

وہاں کے علاقوں میں اول وقت میں ظہر پڑھنے کا رواج ہے؛اس لیے پہلے ہم نے ظہر کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر ہم اس غار میں داخل ہوئے، جب ہم اندر داخل ہوئے تو ایسا لگ رہا تھا کہ اندر اے سی (A.C) مشین لگی ہوئی ہے، ایسی بہترین ٹھنڈک اندر تھی اور عجیب اطمینان اور سکون کی کیفیت تھی، اندر مصلے وغیرہ بچھے ہوئے تھے۔

نمرود کا خواب

وہاں کے علما جو عربی بھی جانتے تھے انھوں نے بتایا کہ:نمرود بادشاہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا، اس نے ایک خواب دیکھا تھا، اس خواب کی تعبیر اس کو بتلائی گئی تھی کہ:اللہ کے ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں اور وہ تیری اس حکومت کے زوال کا ذریعہ بنیں گے۔

تو نمرود نے اس پیدا ہونے والے بچے کے انتظار میں اپنے سپاہیوں کو لگا دیا کہ وہ بچہ جب پیدا ہو تو اس کو قتل کر دینا اور ان کاہنوں نے اس خاندانِ ابراہیمی کا اشارہ تک نمرود کو بتا دیا تھا کہ فلاں خاندان میں وہ بچہ پیدا ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش اور خدا کی عجیب شانِ تربیت

جب پیدائش کا وقت قریب آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ چپکے چپکے اس غار میں چلی گئی اور غار میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور عجیب اللہ کی شان کہ والدہ اپنے بچے کی پیدائش کے بعد بچے کو وہیں غار میں چھوڑ کر اپنے محلے میں چلی آئی؛ تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چلے اور غار کے دروازے کو بھی بند کر دیا۔

اس طرح کی بات وہاں کے موجود علما بتاتے ہیں اور وہاں اس طرح کے کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔

یہاں پر یہ روایت بھی مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بکری کو مقرر کر دیا تھا، وہ بکری مقررہ وقت پر اس غار کے دروازہ پر جاتی اور وہاں پر بیٹھ جاتی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کا دودھ پی لیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ان کی والدہ بھی جاتی اور ان کو دودھ پلاتی تھی، اس طرح پورے پندرہ مہینے تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اس غار میں رہے۔

پانی کا عجیب چشمہ

ہم اس غار میں بیٹھے، ایک کونے میں ہم نے ایک نل دیکھا، لوگ آرہے ہیں، جارہے ہیں اور اس نل میں سے پانی بھر کر لے جارہے ہیں، ہم نے سوچا کہ چوں کہ یہاں ٹھنڈک بہت ہے تو پانی بھی ٹھنڈا ہوگا؛ اس لیے لوگ لے جاتے ہوں گے، ہم نے بھی پانی لیا۔

پھر بتایا گیا کہ: آپ یہ کانچ دیکھ رہے ہو، آدھا غار تو کھلا ہے جس میں ہم داخل ہوتے ہیں، ذکر وتلاوت کرتے ہیں اور آدھے غار پر کانچ لگا ہوا ہے، اس کانچ کے پیچھے ہمیں ایسا محسوس ہورہا تھا کہ اس کے پیچھے پتھر ہیں؛ لیکن ان علما نے ہم کو بتایا کہ: ذرا دھیان سے دیکھیے۔

جب ہم نے دھیان سے دیکھا تو ہم حیرت میں پڑ گئے کہ اس کانچ کے پیچھے پورا کا پورا ایک دم صاف ستھرا پانی ہے اور پانی کا ایک بڑا، وسیع، گہرا، نہایت شفاف حوض بنا ہوا ہے، اگر ہم کو بتلایا نہ جائے تو پتہ بھی نہ چلے کہ اس کے پیچھے پانی ہے۔

کہا کہ: یہ ایک چھوٹا سا چشمہ ہے اور خدا جانے یہ پانی کہاں سے آتا ہے اور ہم کو انھوں نے بتایا کہ: اس کے ساتھ ایک مشین لگی ہوئی ہے اور یہ ایک نل ہے جہاں سے روزانہ سینکڑوں لوگ آ کر پانی لے جاتے ہیں، ہم نے بھی اس کا پانی پیا، بہت میٹھا اور خوب ٹھنڈا۔

کہا کہ: یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قیام کی برکت ہے کہ صدیوں سے اتنی مقدار میں پانی ہے۔

بہر حال! ہم لوگ غار میں کافی دیر تک بیٹھے۔

نمرود کا قلعہ اور آگ والی جگہ

پھر انھوں نے کہا کہ: یہاں سے جلدی نکلو، ابھی اور ایک اہم جگہ دکھلانا چاہتے ہیں؛ چونکہ شام تک ان جگہوں سے لوٹ کر قیام کی جگہ واپس بھی آنا تھا۔

ہم نے کہا کہ: وہ کیا ہے؟

انھوں نے کہا کہ: نمرود کا قلعہ دیکھنا ہے۔

اور جس جگہ اس ظالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا وہ جگہ آپ کو دکھانی ہے۔

وہ جگہ ہم کو پہلے سفر سے معلوم تھی کہ وہ ترکی میں ہے؛ لیکن کسی وجہ سے ہم وہاں نہیں جا سکے تھے۔

کافی دیر تک گاڑی چلنے کے بعد ہم اس جگہ پر پہنچے، دیکھا کہ بڑے بڑے اونچے اونچے پہاڑ اور پہاڑ پر آج تک نمرود کے زمانے کا قلعہ بھی بنا ہوا ہے اور اس قلعے

پر جیسا کہ روایتوں میں آتا ہے کہ: اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ایک بڑی آگ جلوائی، تقریباً ایک مہینے سے زیادہ تک اس آگ کو بھڑکایا اور وہ آگ اتنی خطرناک ہوگئی تھی کہ کوئی قریب جانے کے لیے تیار نہ تھا۔

جب آگ بھڑک گئی اور آپ علیہ السلام کو اندر ڈالنے کا وقت آیا تو سوال پیدا ہوا کہ کون آپ کو آگ کے اندر ڈالے؟

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے گوپھن

شیطان نے ہر ایسے موقع پر اپنے چیلوں کی مدد کی ہے، اس نے نمرود کو یہ سمجھایا کہ: ایک گوپھن بناؤ اور اس میں ابراہیم کو بٹھاؤ اور اس کو گھماؤ اور دور سے ابراہیم کو آگ میں ڈال دو، اس نے ایک گوپھن بنوائی، پورے انسان کو آگ میں ڈالنا تھا۔

آپ یقین جانیے! اس ظالم نے اونچے پہاڑ پر دو کھمبے (ستون) نصب کروائے اور وہ پتھر کے دو کھمبے ابھی تک موجود ہیں اور اس کھمبے کے درمیان گوپھن بنوائی، آپ کی اِس مسجد کے محراب سے مسجد کا جو دروازہ باہر ہے اس کی مسافت سے تقریباً ڈیڑھ گنا زیادہ دوری پر وہ گوپھن لگی ہوئی ہے اور آگ اتنی دوری پر سلگائی گئی تھی۔

قیامت کے دن سب سے پہلے لباس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا جائے گا

پھر وہ ظالم نمرود کے سپاہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس گوپھن کے پاس لے کر پہنچے، جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے

سے پہلے برہنہ کیا، بدن کے تمام کپڑے اتروا لیے۔

اللہ کو یہ ادا بہت پسند آئی؛ چوں کہ یہ اللہ کے دین کی خاطر کپڑے اتروائے گئے تھے، توحید کے خاطر، ایک اللہ کی عبادت کی دعوت کے خاطر؛ اس لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ:

اول من یکسی یوم القیامۃ ابراھیم۔

قیامت کے دن سب سے پہلے جنتی لباس اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنائیں گے؛ اس لیے کہ اللہ کے دین کی خاطر ان کے کپڑے اتروائے گئے تھے۔

آگ کا گلستاں بن جانا

پھر اس ظالم نے آپ علیہ السلام کو گوپھن میں بٹھایا اور تقریباً پینتیس منزلہ کی اونچائی سے آگ میں پھینکا اور خدا کی شان اور ہمارا تو ایمان ہے کہ آگ اللہ کے حکم کے بغیر جلا نہیں سکتی، اگر اللہ کا حکم ہوگا تو وہ جلائے گی، ورنہ اس کے اندر جلانے کی تاثیر نہیں ہے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب اس ظالم نے آپ علیہ السلام کو آگ کے اندر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا کہ:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ: اے آگ! تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی (آرام) والی ہو جا۔

اور اسی کو کسی شاعر نے کہا ہے:

گر آج بھی ہو ابراہیم سا ایماں پیدا	آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

آج بھی اگر ہمارا ایمان حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا بن جائے تو آج بھی آگ باغ بننے کے لیے تیار ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی آگ کا ایک منظر

قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا مفصل واقعہ آیا ہے، سترھواں پارہ، سورۂ انبیاء میں یہ واقعہ تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

مفسرین کی لکھی ہوئی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدلل تقریر سے ان کی قوم کے لوگوں پر بڑا اچھا اثر ہوا اور قریب تھا کہ وہ حق کو قبول کر لیتے، بتوں کا عاجز ہونا ان کو سمجھ میں آ گیا تھا؛ لیکن شیطان ان کے لیے رکاوٹ بن گیا، ابتدا میں لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر سن کر کے سرنگو ہو گئے، باری تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوسِهِمْ.

ترجمہ: پھر ان (مشرکوں) نے (شرم کے مارے) سر جھکا لیا۔

مگر کچھ دیر کے بعد پلٹ گئے اور پھر کفر کی بات کرنے لگے اور آپس کے مشورے سے انھوں نے یہ طے کیا جو قرآنِ مجید میں ان الفاظ سے منقول ہے:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: لوگوں نے کہا کہ: اس (ابراہیم) کو آگ میں جلا دو اور تمھارے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کو کچھ کرنا ہی ہے تو۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان بہت بڑی نعمت ہے۔

یہ کفار خود اپنی زبان سے بول رہے ہیں کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔

وہ معبود کس کام کا جو دوسروں کی مدد کا محتاج ہو؟۔

حقیقی معبود وہ ہوتا ہے جو سب کی مدد کرے اور اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہ ہو۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کیا، ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا اور اس کے ارد گرد باڑ کی طرح ایک احاطہ کر دیا گیا۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ: آپ کے لیے ایک بہت بڑا گڑھا کھودا گیا اور ٹھوس قسم کی لکڑیاں آپ کو جلانے کے لیے وہاں اکٹھی کی گئیں، کافروں نے آپ کو پکڑ کر باندھنا شروع کر دیا، جب لوگ آپ کو رسی سے باندھ رہے تھے تو آپ کی زبان سے یہ بابرکت کلمات جاری تھے:

لا الہ الا انت سبحانک لک الحمد ولک الملک لا شریک لک.

ترجمہ: الٰہی! آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ کی ذات پاک ہے، تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، سارے ملک کے آپ اکیلے مالک ہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

آپ کے خلاف عام کفار کا جوش وخروش اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ آپ کی ہلاکت کے نام سے تمام منتیں مانگی جاتی تھیں:

کوئی بیمار منت مانگتا تو یوں کہتا کہ: اگر میں اچھا ہو گیا تو ابراہیم کو جلانے کے

لیے لکڑیاں دوں گا۔

عورتیں مراد مانگتیں تو یوں کہتیں کہ: اگر ہماری مراد پوری ہوگئی تو ہم ابراہیم کو جلانے والی آگ میں، لکڑیاں ڈالیں گے۔

مرنے والے وصیت کرتے کہ: ہمارے مرنے کے بعد لکڑیاں خرید کر ابراہیم والی آگ میں شامل کر دینا۔

عورتیں چرخا کات کر جو مزدوری ملتی اس سے لکڑیاں خرید کر نمرود کی خوشی کے لیے ڈھیر میں شامل کر دیتی تھیں۔

غرض! بے مثال آگ آپ کے لیے جلائی گئی۔

تفصیلی روایت کہتی ہے کہ: گرگٹ کے سوا سب جانوروں نے آگ بجھانے کی کوشش کی۔

حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے گرگٹ اور چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا۔

لیکن اللہ کے یہاں کچھ اور ہی مقدر تھا، قیامت تک رہنے والی انسانیت کو یہ مقدس تعلیم دینی تھی کہ نفع ونقصان پہنچانے والے اسباب اپنی تاثیر میں اللہ کے محتاج ہیں، اللہ کے جلیل القدر نبی کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے اور آگ کے خالق کا حکم آپ کے نام پر آرہا ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ: اے آگ! تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی (آرام) والی ہوجا۔

عجیب نظارہ دنیائے انسانیت نے دیکھا کہ جس رسی سے آپ کو باندھا گیا تھا، بس! وہ رسی جل گئی، آگ کی حرارت بالکل ختم ہوگئی، صرف آگ کی چمک اور روشنی باقی رہی۔

مفسرِ امت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھنڈک کے ساتھ سلامتی کا لفظ نہ فرمایا جاتا تو سردی کی شدت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مرجاتے۔

امام بغویؒ نقل کرتے ہیں کہ: ''یا نار کونی برداً'' کا حکم آتے ہی روئے زمین کی تمام آگیں بجھ گئیں، اس روز دنیا بھر میں کوئی آگ سے فائدہ نہیں اٹھا سکا، اگر اللہ تعالیٰ ''علیٰ ابراھیم'' نہ فرماتے تو شاید آگ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈی ہوجاتی۔

ان تفصیلی روایت کے پیش نظر بندے کا یہ خیال ہے کہ آج تک مشرکین کے یہاں سال میں ایک تہوار کا دن آتا ہے کہ جس میں وہ لوگ آگ کو استعمال نہیں کرتے ہیں، تمام ٹھنڈی یا باسی چیزیں استعمال کرتے ہیں، کوئی چیز گرمائی بھی نہیں جاتی، شاید یہ اسی دن کی یادگار ہے۔

خیر! اس واقعے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر صرف سولہ (16) سال کی تھی، ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بازو پکڑا، آپ کو بٹھایا، ایک مسند پر آپ جلوہ افروز تھے، جبرئیل امین اور دوسرے فرشتے آپ کے ساتھ ہمنشینی اور بات چیت کے لیے بیٹھ گئے، ایک شیریں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا، آپ نے آگ میں خوب صورت گلاب کے پھول دیکھے، آپ کے جسم کا کوئی حصہ متأثر نہیں ہوا، جبرئیل امین نے جنتی

کرتہ پہناتے ہوئے اللہ کا پیغام پہنچایا کہ: آپ کے رب فرماتے ہیں: کیا تم کو معلوم نہیں کہ میرے دوستوں کو آگ نقصان نہیں پہنچایا کرتی؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام سات روز آگ میں رہے، بعد میں فرمایا کرتے تھے: عمر بھر اتنی راحت نہیں ملی جتنی ان سات دنوں میں ملی۔

دشمنوں کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں، دنیا میں بھی عذاب ان کو نظر آیا۔

اس واقعے کے بعد پورے ملک میں ہر چیز میں مہنگائی بڑھ گئی، آگ بھی چل پڑی اور گڑھے سے نکل کر دور دور مشرکین کو اس نے جلایا، آگ گڑھے سے نکل کر جہاں جہاں گئی ہوگی اس کے کچھ آثار آج بھی وہاں بتائے جاتے ہیں۔

مچھروں کی فوجوں نے حملہ کیا، جس نے نمرود کے گوشت کو نوچ لیا اور اس کا خون چوس لیا اور ایک لنگڑا مچھر اس کے دماغ میں گھس گیا، جو بالآخر اس کی ہلاکت کا ذریعہ ثابت ہوا۔

حقیقی بات یہ ہے کہ جو بھی توحید کے داعی کا دشمن ہوتا ہے، اللہ کا غضب ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ اپنے بندوں کی ضرور نصرت فرماتے ہیں۔

جنتی کرتہ

بہر حال! جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو اسی وقت اللہ کی طرف سے جنتی کرتہ آیا، حضراتِ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت میں سے ایک کرتہ لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنا دیا۔

یہ تو دنیا میں انعام مل گیا اور آخرت میں تو انعام ملے گا ہی ملے گا۔

آگ میں باغ

حضرت جبرئیل علیہ السلام جنتی کرتہ لے کر آگ میں پہنچے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنا دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ایسے بیٹھے ہوئے تھے کہ جیسے کوئی بادشاہ باغ میں بیٹھا ہو اور آگ آپ علیہ السلام کا ایک بال بھی نہیں جلا سکی۔

پھر اس کے بعد وہ جنتی کرتہ آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو دیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وہ کرتہ اپنے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ کرتہ اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس وہ کرتہ سلامت رہا اور قرآن میں ہے کہ مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ کرتہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بھیجا اور کہا کہ:

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا ۚ وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۹۳﴾ (یوسف)

ترجمہ: تم میرے اِس کُرتے کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے ابا کے چہرے کے اوپر ڈالو، ابا جان کی آنکھیں (اس کرتے کی برکت سے) روشن ہو جائیں گی اور تم سب اپنے گھر والوں کو لے کر میرے پاس (مصر) آجاؤ۔

یعنی میرے ابا جان کی آنکھ میرے فراق میں اور میری جدائی میں روتے روتے چلی گئی ہے تو لو یہ کرتہ لے جاؤ اور میرے ابا کے چہرے پر رکھ دینا ان شاء اللہ اس کی برکت سے ان کی آنکھیں صحیح ہو جائے گی۔

وہ کرتہ وہی تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہنایا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جنتی کرتہ

ضحاکؒ اور مجاہدؒ وغیرہ ائمۂ تفسیر نے فرمایا کہ: یہ اس کرتے کی خصوصیت تھی؛ کیوں کہ یہ عام کپڑوں کی طرح نہ تھا؛ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب ان کو برہنہ کر کے نمرود نے آگ میں ڈالا تھا، پھر یہ جنت کا لباس ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس محفوظ رہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس رہا، ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا، آپ نے اس کو ایک بڑی متبرک شئی کی حیثیت سے ایک نلکی میں بند کر کے یوسف علیہ السلام کے گلے میں بطورِ تعویذ کے ڈال دیا تھا؛ تاکہ نظرِ بد سے محفوظ رہیں۔

برادرانِ یوسف نے جب ان کا کرتہ والد صاحب کو دھوکہ دینے کے لیے اتار لیا اور وہ برہنہ کر کے کنویں میں ڈال دیے گئے تو جبرئیل امین تشریف لائے اور گلے میں پڑی ہوئی نلکی کھول کر اس سے یہ کرتہ برآمد کیا اور یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا اور یہ ان کے پاس برابر محفوظ چلا آیا۔

اس وقت بھی جبرئیل امین ہی نے یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ: یہ جنت کا لباس ہے، اس کی خاصیت یہ ہے کہ نابینا کے چہرے پر ڈال دو تو وہ بینا ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ: اس کو اپنے والد صاحب کے پاس بھیج دیجیے تو وہ بینا ہو جائیں گے۔

اور مجدد الف ثانیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت یوسف کا حسن و جمال اور ان کا وجود خود جنت ہی کی ایک چیز تھی؛ اس لیے ان کے جسم سے متصل ہونے والے ہر کرتے میں یہ خاصیت ہو سکتی ہے۔ (بہ حوالہ مظہری، معارف القرآن: ۵/ ۱۴۲)

خدا کی عجیب قدرت کہ سب لکڑیاں مچھلیوں میں بدل گئیں!

اب اس کے بعد خدا کا جو حکم تھا کہ:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ: اے آگ! تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی (آرام) والی ہو جا۔

وہاں یہ بات مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس کلمہ کی برکت سے پوری کی پوری آگ پانی سے بدل گئی اور اندر جو جلنے والی لکڑیاں تھی ان لکڑیوں کو اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں سے بدل دیا، عجیب اللہ کی قدرت کہ جتنی بڑی آگ جلائی تھی اتنا ہی بڑا وہاں تالاب بن گیا، آپ کے اس جماعت خانے سے تقریباً دو ڈھائی گنا لمبا اور اس سے کچھ زیادہ چوڑا وہ حوض ہے اور اس میں مچھلیاں ہیں اور یہ وہی حوض ہے جس کو نمرود نے آگ کی شکل میں جلایا تھا اور پھر اللہ کے حکم سے وہ آگ ختم ہوگئی اور کہتے ہیں کہ: آگ پانی میں تبدیل ہوگئی تھی اور اِس وقت اس پانی کا نام ہے "بحیرۂ خلیل الرحمن" وہاں پر بورڈ لگا ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ: لوگ وہاں کی مچھلیوں کو بابرکت سمجھتے ہیں اور کوئی اس کو کھاتا نہیں ہے، بڑی تعداد میں وہ مچھلیاں ہیں؛ لیکن وہ اس کو تبرکاً دیکھتے ہیں، اس کو کھاتے نہیں ہیں۔

بہر حال! ہم نے وہاں پر اللہ کے فضل و کرم سے وہ گوپھن اور آگ کی جگہ اور غار وغیرہ کو دیکھا۔

وہاں پر ایک مدرسہ ہے، مدرسہ خلیل الرحمن، اس میں الحمدللہ! درس وتدریس کا

مبارک سلسلہ جاری ہے۔

اس کے بعد پھر ہم کو دوسری ایک اور زیارت کے لیے جانا تھا؛ چوں کہ دوسرے دن علی الصباح ہماری واپسی تھی؛ اس لیے رات تک میں ساری زیارتیں پوری کرنی تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا شہر

ہم کو کہا کہ: اب ہم آپ کو ایسی جگہ لے جائیں گے جہاں پر اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام مقیم تھے، ہم جنگلات کے اندر کافی دور تک چلے اور پھر ایک شہر آیا۔

تفسیری روایتوں کے مطابق ایوب علیہ السلام کا بیماری والا واقعہ

ہم کو سب سے پہلے اس شہر میں جو غار تھا اس میں لے گئے، جیسا کہ تفسیری روایتوں میں ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کو خطرناک بیماریاں لگیں جو طویل عرصہ تک رہیں، جس کے نتیجے میں آپ کو آپ کے گھر والوں نے نکال دیا، گاؤں والوں نے نکال دیا، محلہ والوں نے نکال دیا اور بستی کے باہر جہاں پر کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے وہاں پر آپ کو لے جا کر رکھ دیا، مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی اس روایت کو معارف القرآن میں نقل کیا ہے کہ:

شہر کے بالکل کنارے پر آپ کو لے جا کر رکھ دیا، اللہ کے نبی کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی وفادار بیوی کی بے مثال خدمت

کہتے ہیں کہ: اس وقت آپ علیہ السلام کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں تھا؛ لیکن ایسے وقت میں آپ کی بیوی نے وفاداری کا ثبوت دیا اور آپ کی برابر خدمت کرتی رہی۔

ایک قول کے مطابق آپ کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی ہوتی ہے جو برابر اپنے شوہر کی خدمت کرتی رہی، بے مثال خدمت کی، ایسی خدمت کہ وہ خود کام کرنے جاتی، ملازمت کرتی اور دو چار روٹیاں کما کر لاتی اور خود ایک روٹی کھاتی اور اپنے شوہر کو دو روٹی کھلاتی اور اپنے شوہر کی خدمت کرتی، اس طرح اس عورت نے سترہ سال تک بڑی وفاداری کے ساتھ اپنے شوہر کی خدمت کی۔

دوا کے لیے اپنے سر کے خوب صورت بال بیچ دیے

یہاں تک لکھا ہے اور تفسیر کی روایت میں ہے کہ ایک موقع پر تو ایسے حالات آ گئے کہ آپ علیہ السلام کی دوا کے لیے بھی پیسے نہیں بچے تو اس وقت کی کوئی شہزادی تھی اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے بال دیکھے، ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اتنے خوب صورت تھے تو آپ کی بیٹی کتنی خوبصورت ہوگی؟

اس شہزادی نے ان سے کہا کہ: تیرے یہ بال مجھ کو کاٹ کر دے دے؛ تا کہ میں اس کو اپنے بالوں میں لگالوں گی جس کی وجہ سے میرے بال خوب صورت ہو جائیں گے۔

غریبی کے ایام ایسے تھے کہ غربت اور مفلسی کی وجہ سے اور اپنے شوہر کی دوا

اور علاج کرانے کی خاطر انھوں نے اپنی چوٹی کاٹ کر بیچ دی۔

یہ تو اس شریعت کی بات ہے، ہماری شریعت میں اس طرح بال کاٹ کر بیچنا جائز نہیں ہے۔

تفصیلی واقعہ بندہ کے خطبات کی پانچویں جلد میں دیکھا جاسکتا ہے۔

وہ غار جس میں بیماری کے ایام گزارے

بہر حال! آپ نے جس غار میں بیماری کی حالت میں لمبا عرصہ گزارا وہ غار ابھی تک ویسا ہی موجود ہے، ایک آدمی اس میں جا سکتا ہے اور ایک آدمی نکل سکتا ہے، اتنا چھوٹا اس کا دروازہ ہے، ہم باری باری اندر گئے اور پھر باہر آئے اور وہاں پر قرآن مجید کی کچھ آیتیں بھی لکھی ہوئی ہیں جو حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق ہے۔

بیماری سے شفا

طویل عرصہ کے بعد ایک دن کی بات ہے کہ ان کی بیوی کام کرنے گئی ہوئی تھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا کہ:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ. (سورۂ ص: ۴۲)

ترجمہ: (ہم نے حکم دیا کہ زمین پر) اپنا پیر مارو۔

آپ علیہ السلام نے اپنی ایڑی کو زمین پر رگڑا تو ایک چشمہ جاری ہوا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ: ایک پاؤں زمین پر رگڑا، ایک چشمہ جاری ہوا، دوسرا پاؤں زمین پر مارا تو دوسرا چشمہ جاری ہوا۔

پھر فرمایا:

هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ. (سورۂ ص: ۴۲)

ترجمہ: یہ ٹھنڈا پانی ہے جو نہانے اور پینے کے کام میں آئے گا۔

یعنی اس پانی میں آپ کو غسل کرنا ہے؛ چنانچہ اس میں غسل کرنے کی وجہ سے آپ کی تمام بیماریاں ختم ہوگئیں اور آپ ایک دم تندرست ہوگئے اور پھر دوسرے چشمہ کا پانی آپ نے پیا جس کی وجہ سے پہلے جیسی طاقت اور تندرستی لوٹ آئی، اس کے بعد غار سے نکل کر ایک جگہ جا کر بیٹھ گئے۔

آج تک پانی کا وہ چشمہ وہاں موجود ہے

وہاں کی مشہور باتوں میں یہ ہے کہ آج تک پانی کا وہ چشمہ وہاں پر موجود ہے اور اس کے اوپر غلاف لگا دیا گیا ہے، پہلے تو ہمیں پتہ نہیں چلا، بعد میں معلوم ہوا تو ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ: ہم لوگ ہندوستان سے آئے ہیں، کسی بھی طرح اس کی جالی کھلوادو؛ تاکہ ہم بھی اس پانی کو دیکھیں اور اس میں سے کچھ قطرے پیویں جس سے حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ہوئی تھی۔

انھوں نے بتایا کہ: یہ کھل تو نہیں سکتا؛ لیکن حکومت نے پائپ لائن لگادی ہے اور یہ جو آگے آپ کو کولر نظر آرہے ہیں اس میں اسی کنویں کا پانی ہے، میں نے کہا: الحمد للہ! اور سب ساتھیوں سے کہا کہ: چلو! بھائی یہ نسبتِ ایوبی والا پانی ہے اس کو پی لو۔

جب ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ لوگ ڈرم کے ڈرم بھر کر پانی لے جا رہے ہیں، ہمارے بعض ساتھیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ سے بھی بوتلیں

اور ڈرم بھر لیے تھے اور یہاں سے بھی سب نے بھر لیا۔

افسوس کہ ہم وہ پانی یہاں نہ لا سکے

دوسرے دن استنبول جانے کے لیے عرفہ کے ایئرپورٹ پر آئے، وہاں پر چیکنگ ہوئی، اس میں سب سے پہلے یہ ڈرم اور بوتلیں نکلیں، انھوں لے لیا اور کہا کہ: پانی لے جانے کی اجازت نہیں ہے، جتنا پینا ہو یہاں پی لو۔

ہم نے کہا کہ: سامان (Luggage) میں رکھ دو۔

انھوں نے کہا کہ: نہیں! ہوائی جہاز میں پانی کی اجازت نہیں ہے۔

بہت کوشش کی؛ لیکن ناکام رہے، تو ساتھیوں سے کہا کہ: یہاں پر جتنا پی سکو، اتنا پی لو، سب نے پیٹ بھر کر پانی پیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے مزار کی طرف

پھر انھوں نے کہا کہ: اگر آپ ہمت کریں تو ہم آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی کی قبر کی بھی زیارت کرا دیویں۔

میں نے کہا کہ: ماشاء اللہ! یہ تو بہت اچھا ہے۔

انھوں نے کہا کہ: مزید دور کا سفر کرنا پڑے گا۔

میں نے کہا کہ: ہم تھکنے کے لیے تو یہاں پر آئے ہیں، چلو! چلتے ہیں۔

برکت والا علاقہ اور پستے کی باڑیاں

ہم نکلے، چلتے چلتے عجیب پہاڑی اور پتھریلی علاقے میں پہنچے، ملکِ شام کا

وہ ٹکڑا ہے، بالکل ٹھنڈا وہ علاقہ ہے، ترکی اور استنبول کی آب و ہوا الگ اور یہاں کی آب و ہوا الگ، بالکل بیّن فرق۔

اور جب وہاں کے کھیتوں میں چلتے ہیں تو بالکل وہی منظر جو میں نے اس سے پہلے فلسطین کا منظر آپ کو سنایا تھا کہ: بہترین پھل پھول کی باڑیاں اور عجیب عجیب مناظر اور زندگی میں پہلی مرتبہ پستے کی باڑیاں دیکھی تھیں، سینکڑوں ایکڑوں میں اس کی کھیتیاں ہوتی ہیں۔

میں نے کہا کہ: واقعی باری تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے وقت میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے اطراف میں ہم نے (ہر قسم کی) برکتیں رکھی ہیں؛ (اس بندے محمد ﷺ کو وہاں لے جانے کا مقصد یہ تھا) تاکہ ہم ان کو ہماری (قدرت کی) کچھ نشانیاں دکھلائیں، یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں۔

ماشاء اللہ! سینکڑوں ایکڑ میں پستے کی باڑیاں، اور سیب، ناسپتی، سنترے کی باڑیوں کی باڑیاں لگی ہوئی ہیں، تب جا کر اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دل میں ایمان تازہ ہوتا ہے کہ پورا بابرکت علاقہ، عجیب و غریب ہریالی ہے۔

چلتے چلتے جنگل بیابان میں پہنچے، بس! اِس وقت وہ منظر میری آنکھوں میں گردش کررہا ہے۔

قریۃ سیدنا ایوب علیہ السلام

جیسے ہی ہماری گاڑی رکی، وہاں کے سب مسلمان ہم کو ملنے کے لیے آئے، مسجد کے امام بھی آئے؛ چوں کہ ہماری عصر کی نماز بھی باقی تھی، ہم نے جلدی جلدی نماز پڑھی، اس کے بعد وہاں کے لوگ اپنے گھروں سے قہوہ اور ناشتہ لے آئے، بڑے فیاض لوگ تھے، ابھی تو ہم نماز پڑھ رہے ہیں اتنے میں تو وہ ناشتہ بنا کر لے آئے، پہلے ہم کو مسجد میں ناشتہ کروایا، پھر کہا کہ: اب ہم حضرت ایوب علیہ السلام کی قبر پر جائیں گے۔

اس مسجد کا نام ''مسجدِ سیدنا ایوب علیہ السلام'' ہے اور اس بستی کا نام بھی یہی ہے ''قریۃ سیدنا ایوب علیہ السلام''۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا مزار مبارک

ہم کو قبرستان میں لے گئے اور ہم ایک گنبد میں داخل ہوئے، جہاں بالکل سناٹا تھا حضرت ایوب علیہ السلام کا مزار اسی جگہ بتایا جاتا تھا، سب ساتھی بیٹھ گئے اور سب ساتھیوں نے قرآن کی تلاوت بھی کی، پھر ہم جب ایصالِ ثواب اور دعا سے فارغ ہوئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے مزار پر عجیب خوشبو

ایک شیخ نے فرمایا کہ: میں ایک چیز آپ کو عجیب بتاؤں، یقین کروگے؟

میں نے کہا کہ: بتاؤ تو سہی۔

کہا کہ: دیکھو! اوپر جو مزار مبارک نظر آرہا ہے وہ نشانی ہے، اصل مزار مبارک نیچے والے حصہ میں ہے، اس کے اوپر بہترین موٹی قسم کی چادریں لگی ہوئی تھیں، انھوں نے ایک جگہ سے چادر ہٹائی، وہاں پر ایک چھوٹا سا دروازہ تھا، وہ انھوں نے کھولا اور کہا کہ: اس میں دیکھو! اصل قبر اس میں ہے۔

قبر سے اصلی عود کی خوشبو

پھر مجھ سے کہا کہ: بسم اللہ پڑھ کر ہمت کر کے منہ اندر داخل کرو، پھر مجھ کو بتاؤ کہ کیا محسوس ہوتا ہے اور کہا کہ: میں پہلے آپ کو محسوس کروانا چاہتا ہوں۔

میں نے اللہ کا نام لے کر، ہمت کی اور اندر اپنا منہ داخل کیا تو خدائے پاک کی قسم! اندر سے عود کی خوشبو آرہی تھی۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کہ سب باری باری کر کے اندر منہ داخل کرو۔

سب نے الحمدللہ! اندر منہ داخل کیا اور سب کی زبان پر ایک ہی لفظ کہ یہ عود کی اصلی خوشبو ہے۔

وہ شیخ کہنے لگے کہ: سالوں کا یہ مشاہدہ ہے، یہ کسی کا لگایا ہوا عود نہیں ہے، یہ خوشبو قدرتی طور پر حضرت ایوب علیہ السلام کی قبر سے نکل رہی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا مزار مبارک پر

ہم حضرت ایوب علیہ السلام کے مزار کی زیارت سے فارغ ہوئے تو کہا کہ: اب

ان کی بیوی کے مزار پر آگے چلیں گے، تھوڑا سا آگے چلے تو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا مزار ایک جانب میں ہے، وہاں ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے اور اس میں عورتوں کی بہت بھیڑ لگی ہوئی تھی؛ کیوں کہ عورتیں عام طور سے شفا وغیرہ کی نیت سے مزار پر آتی ہیں۔

ہم حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے مزار پر کھڑے رہے، دل میں یہ خیال آیا کہ:

اے اللہ! یہ کیسی خاتون تھی کہ ایک روایت کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی جو اپنے آخری زمانے میں مصر کے بادشاہ تھے، بادشاہت کے زمانے میں ان کی اس لڑکی کی ولادت ہوئی تھی، ایک بادشاہ اور نبی کی بیٹی ہو کر بھی اس نے اپنے شوہر کی کیسی خدمت کی، اللہ نے سچ فرمایا:

إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (ص)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ان (ایوب علیہ السلام) کو صبر کرنے والا پایا، حقیقت میں وہ بہت ہی اچھے بندے تھے، یقیناً وہ (اللہ کی طرف) بہت زیادہ لو لگانے والے تھے۔

ان کے مزار پر ایصالِ ثواب اور دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر شیخ مجھے کہنے لگے کہ: شیخ! اگر آپ کو تاخیر نہ ہو تو ایک مزار کی اور زیارت کرا دوں۔

میں نے کہا کہ: ٹھیک ہے۔

حضرت یسع علیہ السلام کی قبر مبارک پر

کہا کہ: حضرت یسع علیہ السلام کی قبر مبارک بھی اسی ''حران'' کے علاقہ میں ہے۔ چوں کہ یہ نام زیادہ مشہور نہیں ہے؛ اس لیے ساتھی مجھ سے کہنے لگے کہ: کیا

نام بتایا؟

میں نے کہا کہ: یہ بھی اللہ کے ایک نبی ہیں اور ان کا نام قرآن میں آیا ہے، میں نے ان کو قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

(سورۂ ص)

ترجمہ: اور تم اسماعیل (علیہ السلام) کو اور یسع (علیہ السلام) کو اور ذوالکفل (علیہ السلام) کو ذرا یاد تو کرو، وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔

حضرت یسع علیہ السلام کا ذکرِ خیر

ترکی کے اس دوسرے سفر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت یسع علیہ السلام کی طرف منسوب مزار پر بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور چوں کہ یہ زیادہ مشہور نہیں؛ اس لیے ان کے متعلق کچھ باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

یہاں جو لکھا جا رہا ہے وہ قصص القرآن سے، مجاہدِ قوم وملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ کی تحقیقات ہیں، قرآنِ مجید کے واقعات کے سلسلے میں اتنی محقق کتاب یک جا طور پر بندے نے عربی اردو زبان میں آج تک نہیں دیکھی، حضرت مولانا کی تحقیقات حسبِ ذیل ہے:

حضرت الیسع علیہ السلام

نام ونسب: وہب بن منبہ کی اسرائیلی روایات میں ہے کہ ان کا نام ''الیسع''

ہے اور خطوب کے بیٹے ہیں، ابن اسحاق نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

کتبِ تواریخ میں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے چچازاد بھائی ہیں۔

اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان کے نسب کے متعلق یہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

اور نسب نامہ اس طرح ہے:

الیسع بن عدی بن شوتم بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم (علیہم السلام)۔

اور اگر تورات کے "یسعیاہ" نبی اور حضرتِ الیسع علیہ السلام ایک ہی شخصیت ہیں تو تورات نے ان کو "عموص" کا بیٹا بتایا ہے۔

بعثت: حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ ہیں، اوائلِ عمر میں ان ہی کی رفاقت میں رہتے تھے اوان کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لیے حضرتِ الیسع علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور انھوں نے حضرتِ الیاس علیہ السلام ہی کے طریقہ پر بنی اسرائیل کی رہنمائی فرمائی۔

یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ حضرت الیسع علیہ السلام کی عمرِ مبارک کیا ہوئی اور بنی اسرائیل میں کتنے عرصہ تک انھوں نے حقِ تبلیغ ادا کیا۔

قرآن اور حضرت الیسع علیہ السلام: قرآنِ عزیز نے ان کے حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی اور سورۂ انعام اور سورۂ ص میں صرف ذکر پر اکتفا کیا ہے:

وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

(الانعام:۸۶)

ترجمہ:اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط اور ان سب کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

وَاذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْکِفْلِ ؕ وَکُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۸﴾ (ص)

ترجمہ:اور تم اسماعیل (علیہ السلام) کو اور یسع (علیہ السلام) کو اور ذوالکفل (علیہ السلام) کو ذرا یاد تو کرو، وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔

موعظت: بنی اسرائیل کے ان نبیوں اور پیغمبروں کے واقعات سے جو کہ جلیل القدر انبیا علیہم السلام کے شرفِ صحبت اور مخلصانہ اتباع میں خلافت کے بعد منصب نبوت سے سرفراز ہوئے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحبتِ نیکاں حصولِ خیر کے لیے اکسیرِ اعظم ہے،رومی نے سچ کہا:

یک زمانہ صحبت با اولیاء	بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

اگر ریاضات وطاعات کا سلسلہ ہزاروں سال بھی رہے؛مگر کسی کامل کی صحبت سے محرومی ہو تو بے شبہ یہ ایک بڑی خامی ہے جس کا مداوا صحبتِ کامل کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ (قصص القرآن:۲/۳۵، از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)

بہر حال:شیخ نے کہا کہ:چلیے!ہم آپ کو وہاں لے چلتے ہیں۔

ہمارے ساتھ حلب کے ایک بہت بڑے عالمِ دین بھی تھے،جو ہجرت کر کے وہاں مقیم ہوئے تھے،انھوں نے گھر میں بٹھا کر بہت ہی شان دار ضیافت کی،اصلی

مثالی بدوی زندگی سے ہم محظوظ ہوئے۔

بالکل پتھریلے علاقے میں جہاں عام طور سے لوگوں کا آنا جانا نہیں ہوتا ہے، ایک دم سناٹا اور وہاں کچھ عرب قبائل بھی رہتے ہیں، وہاں ہم کو لے گئے اور ہم نے حضرت یسع علیہ السلام کی مزار مبارک کی زیارت کی اور الحمدللہ! وہاں پر ایصالِ ثواب اور دعا کی۔

اس کے بعد عرفہ شہر کی طرف ہماری واپسی ہوئی اور رات کو مرکز پر قیام کیا، پھر علی الصباح استنبول کی فلائٹ پکڑی؛ کیوں کہ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ سے پہلے ہم کو استنبول پہنچنا تھا۔

یہ ترکی کے سفر کی مختصر کارگزاری تھی۔

اخیر میں ہمارے نوجوان دوستوں کے فائدے کے لیے ایک اہم بات عرض کرتا ہوں:

استنبول میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کرتہ

ترکی کے اس دوسرے سفر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کرتہ میں نے بہت دھیان سے دیکھا، اس نیت سے کے امت کے نوجوانوں کو بتلاؤں کہ:

اے امت کے پیارے نوجوانو! سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں آیا کہ:

سیدا شباب اهل الجنة۔

حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

اے میرے پیارے نوجوانو! اللہ آپ کو وہاں لے جائے اور تم کو بھی اپنی آنکھ سے وہ کرتہ دکھائے، اللہ کی قسم! آپ بھی بہت ڈھیلا ڈھالا کرتہ پہنتے تھے۔

آج ہمارے کپڑے ایسے ہو گئے کہ کہنی کھلی ہوئی اور اِن شرٹ کر کے لوگ مسجدوں میں آتے ہیں، بے حیائی کے لباس ہیں، ذرا حیا اور شرم والے اور ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہننے کی عادت ڈالو۔

اِن شرٹ کی حقیقت

انشرٹ کے متعلق یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ عجیب طرح کا انداز لباس ہے، جس میں خوب بے حیائی نماں یا ہوتی ہے۔

بعض مرتبہ بیانات میں نوجوانوں کو سمجھانے کے لیے ایک خاص انداز میں یہ تعبیر عرض کرتا ہوں کہ کیسی بے وقوفی کا دور آ گیا کہ لوگ پینٹ اوپر اور شرٹ نیچے پہن کر نکلتے ہیں، اس بات پر لوگ تعجب سے میری طرف دیکھنے لگتے ہیں۔

پھر دورانِ بیان ان سے عرض کرتا ہوں کہ: جو یہ ان شرٹ کیا جاتا ہے اس میں شرٹ کو نیچے دبا دیا جاتا ہے اور پینٹ کو اوپر کر دیا جاتا ہے، یہی تو پینٹ اوپر اور شرٹ نیچے کا نظارہ ہے۔

اس طرح کی وضع میں انسان کے ستر کی ہیئت لوگوں کے سامنے بالکل ظاہر ہو جاتی ہے؛ اس لیے ہمارے بہت سے مفتیانِ کرام نے ان شرٹ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اور پینٹ کا معاملہ تو سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ اس قدر چست کہ انسان کے بدن

میں خود تنگی پیدا کردے اور پینٹ کا آگے والے حصّے میں جو چین لگایا جاتا ہے وہ تو خود کو مورد ِالزام بنانے کی ایک بین بات ہے، سورۂ یوسف میں اس کی طرف اشارہ نکلتا ہے:

اِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ قُبُلٍ فَصَدَقَتۡ وَهُوَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۲۶﴾ (یوسف)

ترجمہ: اگر اس (یوسف) کا کرتہ آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے۔

خیر! اسلامی لباس مسلمانوں کے لیے اپنانا بہت ہی ضروری ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو حیا اور شرم والے لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے اور جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں داخلہ عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس مجلس کو قبول فرمائے اور اس میں جتنی خیر اور بھلائی کی باتیں آئیں اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے، اللہ تعالیٰ ہمارے بیٹھنے کو قبول فرمائے، آمین۔

ترکی کے دینی، تعلیمی نظام میں انقلابات کی کچھ داستانیں

(مفتی ابولبابہ صاحب کی کتاب سے اقتباسات)

ناسازگار ماحول میں دین کا کام کرنے والوں کے لیے فائدہ مند باتیں

عوام کو مسجد سے قریب کرنے کا بہترین طریقہ

(۱) حضرت شیخ آفندی نے ایک مسجد میں تیس (30) سال امامت کے فرائض انجام دیے، پہلے اٹھارہ (18) سال تک کوئی مسجد نہ آتا تھا، حضرت خود گھر گھر جاتے اور ساکنانِ محلہ سے کہتے کہ: میں ہر وقت مسجد میں ہوتا ہوں، اگر کوئی کام پڑ جاوے تو یاد رکھنا، خادم کو ہر مشکل میں اپنے ساتھ پاؤ گے۔

اٹھارہ سال کے بعد اللہ اللہ کر کے برف تڑخی، جمود پگھلا، شیخ کی توجہات اور دعائیں رنگ لائیں اور مسجد میں باجماعت نماز شروع ہوگئی، آج یہ عالم ہے کہ اس محلے میں کوئی گھر ایسا نہیں جہاں سے داڑھی اور عمامہ کے مسنون حلیے میں مرد اور مکمل شرعی لباس میں خاتون آجا نہ رہے ہوں۔

اجڑے ہوئے ماحول میں دینی تعلیم کیسے جاری ہو؟

(۲) ۱۹۲۴ء میں خلافت کے ادارے یا اصطلاح کو باقاعدہ اسمبلی سے منسوخ کروا دینے کے بعد ۱۹۲۶ء میں فقہ اسلامی بھی بحیثیتِ قانون عدالتوں سے ختم کردی گئی تھی۔

پھر ترکی کا عربی وفارسی سے مشابہ رسم الخط تبدیل کر کے انگریزی جیسا بنانے اور بچوں کو سرکاری تعلیم لازماً دلوانے کے قانون کی وجہ سے دینی تعلیم کا آغاز بھاری چٹان اٹھا کر ڈھلوان پر چڑھنے جیسا جاں گسل کام تھا۔

آفندی کے لفظ پر پابندی تھی، یہ لفظ فارسی کے ''اخوند'' جیسے الفاظ سے قریب

المعنی ہے۔

الغرض! علمی سلسلہ جاری نہ رہنے کی وجہ سے بلیک آؤٹ (Black Out) جیسی صورت حال پیدا ہوتی جارہی تھی۔

مدرسہ، مکتب قائم کرنا قانوناً ممنوع تھا ایسے ماحول میں

آخر! اللہ اللہ کر کے ''موسیٰ امجا'' نامی حضرت کے ایک مرید اپنے گھر کے تہہ خانے میں مکتب کھولنے پر تیار ہوگئے، اس زیرِ زمین مکتب سے شروع ہونے والا سلسلہ آج ماشاء اللہ بڑے بڑے مدارس کی شکل میں ڈھل چکا ہے۔

حضرت اپنی دعاؤں اور توجہات کے ساتھ کمال درجے کی حکمت وفراست سے کام لیتے تھے، کامل درجے کے اخفا کے ساتھ بچوں کو اعلیٰ انعام اور ان کے والدین کا مسلسل اکرام جاری رہتا تھا۔

علم، تزکیہ اور تبلیغ (طلبہ کی حوصلہ افزائی)

ترکی کا نورانی قاعدہ دیکھنے کا اتفاق ہوا، وہ نقشبندی سلسلے کے ایک بڑے شیخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ہے۔

اس قاعدے کے بعد عربی شروع ہوتی تھی، جو طلبہ ''نصر ینصر'' کی گردان یاد کر لیتے، ان سے شیخ آفندی فرماتے: تم والیٔ شہر سے افضل ہو۔

جو طالبِ علم ''حروفِ جر'' پڑھ لیتا حضرت اس سے کہتے کہ: تم اب جا کر کہیں پر یہی ''حرفِ جر'' پڑھاؤ، پھر تمھیں اگلا سبق دیں گے۔

وہ عرض کرتا: حضرت! کیا پڑھاؤں؟ کیسے پڑھاؤں؟

جواب دیا جاتا: ہمارے یہاں علم اصل نہیں، عمل اور تبلیغ اصل ہے، تم انھیں تصوف پڑھاؤ اور تربیت کرو، یہ علم نہ عوام کو آتا ہے نہ علما کو، تم نے جتنا تصوف سیکھ لیا، اسے قلیل علم کے ساتھ جوڑ کر پڑھاؤ گے تو مرجعِ خلائق بن جاؤ گے۔

آج ترکی کا نظامِ تعلیم، تعلیم وتربیت یا تعلیم وتصوف کے حسین امتزاج پر مشتمل ہے، اس میں امامِ ربانی، حضرت مجددِ الفِ ثانی، شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوبات باقاعدہ سبقاً پڑھائے جاتے ہیں، تمام اساتذہ وطلبہ باالتزام ذاکر وشاغل ہوتے ہیں، اس کی برکات ہیں کہ علم کم ہے؛ لیکن اس کی افادیت وقبولیت ماشاء اللہ توقع سے زیادہ اور روز افزوں ہیں۔

پولیس سے بچنے کے لیے

پولیس اور خفیہ تنظیم والے چھاپے مارتے تھے کہ بچہ اسکول جا رہا ہے یا نہیں؟ اس لیے حضرت کی ایک تاکید تو یہ تھی کہ جو بچہ ہمارے پاس شام کو مدرسہ پڑھے، وہ فی الحال اسکول سے ناغہ نہ کریں۔

کاشت کاری کے عنوان سے تعلیمِ دین

جو حضرات دیہات میں بچوں کو پڑھاتے تھے، وہ کاشت کار کا لباس پہنتے اور کتابوں کے ساتھ کھیتی باڑی کے آلات تیار رکھتے، گاؤں سے باہر اونچی جگہ یا درخت پر دو بچوں کو بٹھا دیا جاتا تھا، جیسے ہی فوجی جیپ آتی ہوئی نظر آتی تمام طلبہ کتابیں چھوڑ کر

کھیت میں پہنچ جاتے۔

ریلوے کے سفر کے عنوان سے دینی تعلیم

شہر کے اساتذہ نے تو عجیب ہی طریقہ اختیار کیا تھا، ترکی میں یورپ کی طرح ریل کا سفر سستا اور آرام دہ ہے، یہ حضرات سستی قیمت پر مستقل نشستیں لے لیتے، صبح صبح شاگردوں سمیت ریل گاڑی کا ایک ڈبہ مخصوص کر کے سفر شروع کر دیتے، سفر جاری رہتا اور زمینی سفر کے ساتھ علمی سفر چلتا رہتا، آخری منزل پر اترنے کے بعد یہ لوگ کچھ دیر سستاتے اور پھر استاد شاگردوں پر مشتمل ''مسافروں کی یہ جماعت'' واپسی والی ریل پر سوار ہو جاتی اور وقفے کے بعد والے اسباق مکمل کرتے ہوئے شام کو گھر پہنچ جاتے، اس دور کے بہت سے ایسے طلبہ ہیں جنھوں نے اسی طرح آہنی چھکڑے پر بیٹھ کر ''سفر در سفر'' کی شکل میں تعلیمی مراحل طے کیے ہیں۔

نماز کا اہتمام

علمِ دین پر کیا موقوف ہے؟ نماز پر بھی اسی طرح پابندی تھی، بہت سارے لوگوں نے سالہا سال تک اشاروں سے نماز پڑھی۔

(ماخوذ: از تُرکِ ناداں سے تُرکِ دانا تک، مفتی ابولبابہ مدظلہ العالی)

مؤلف کی دیگر مساعیٔ جمیلہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	لغت
۱	عرفات کی دعائیں اور اعمال	گجراتی
۲	ظہورِ مہدی	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۳	ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے ضروری مسنون دعائیں	گجراتی
۴	خاص خاص فضیلتوں والی مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۵	مختصر سیرتِ نبوی ﷺ پہلا حصہ (اسٹوڈنٹس کے لیے)	گجراتی
۶	ہندستان کی جنگ آزادی اور جمعیتِ علمائے ہند (زیرِ طبع)	گجراتی
۷	احمدیہ قادیانی جماعت کا تعارف	گجراتی
۸	ترتیب مبادیاتِ حدیث	اردو
۹	ماہِ رمضان کو وصول کرنے کا جامع مختصر نسخہ	گجراتی
۱۰	عیدالاضحیٰ مسائل وفضائل (پمفلٹ)	گجراتی
۱۱	مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کا تعارف	گجراتی
۱۲	مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد دعوے	گجراتی
۱۳	قادیانی غیر مسلم (دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد اور جماعتِ اسلامی کے علما کے فتاوی)	گجراتی

۱۴	ختمِ نبوت، قرآن وحدیث کی روشنی میں	گجراتی
۱۵	دیکھی ہوئی دنیا (اول)	اردو
۱۶	خطباتِ محمود (اول تا ہفتم)	اردو
۱۷	دینی بیانات	گجراتی
۱۸	مسنون وظائف	اردو، گجراتی
۱۹	منتخب مسنون دعائیں	اردو
۲۰	بیعت	اردو، گجراتی
۲۱	آسان حج	گجراتی
۲۲	اسلام کا امن اور شانتی کا پیغام	گجراتی، ہندی
۲۳	حج کے پانچ ایام	گجراتی
۲۴	ممبئی سے مکہ مکرمہ	گجراتی
۲۵	زیارت مدینہ منورہ	گجراتی
۲۶	مختصر عرفات کے اعمال اور دعائیں	اردو
۲۷	مکتب کے بچوں کے لیے منتخب مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی
۲۸	تذکرۂ قاریان بارڈولی	اردو
۲۹	حضرت شیخ الہندؒ اور ریشمی رومال	گجراتی
۳۰	مسلمانوں کا خزانہ	گجراتی

اہم اطلاع

(۱) اس کتاب کو اور مؤلف کی دیگر علمی قلمی کاوشوں کو انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) صاحبِ کتاب کے بیانات بزبان اردو انٹرنیٹ پر بھی سن سکتے ہیں۔

(۳) سورت شہر میں تقریباً ۸ سال سے جاری ہر پیر کو ہونے والی تفسیر کی مجلس بھی c.d. کی شکل میں محفوظ ہے نیز انٹرنیٹ سے بھی آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) مؤلف کے ملک اور بیرونِ ملک کے تقریباً ۳۰ سے زائد بیانات c.d. کی شکل میں محفوظ ہے نیز انٹرنیٹ سے بھی آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

(۵) ہر پیر کو بعد نمازِ عشاء سورت شہر میں ہونے والی تفسیر کی مجلس کو انٹرنیٹ پر Live سن سکتے ہیں۔

(۶) انٹرنیٹ پر: بخارا، مسجد اقصیٰ، ترکی، اسپین، طائف وغیرہ اسفار کی کارگزاری اور دیگر علمی بیانات اور سورت میں ہونے والی ہر پیر کی قرآن مجید کی تفسیر کی مجلس اور جلالین شریف کا درس اور مکاتب میں تعلیم کا انوکھا آسان سہل طریقہ یہ سب چیزیں دیکھنے اور سننے کے لیے حسب ذیل ویب سائٹ کا استعمال کریں:

WWW.NOORANIMAKATIB.COM

اس ویب سائٹ پر بہت ساری کتابیں مفت میں ڈاؤن لوڈ بھی کرنے کی سہولت ہے۔

نورانی مکاتب کا تعارف

(۱) چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں مسلمانوں کے چند ہی مکان ہو، اور نماز، تعلیم کا کوئی نظام نہ ہو، وہاں نماز اور تعلیم کا نظم کرنا۔

(۲) شہروں کی کالونیوں اور جھونپڑوں میں بسنے والے غریب مسلمانوں میں اور ان کے بچوں میں دینی تعلیم اور نماز کا فکر کرنا۔

(۳) مرتد یا مرتد جیسے دین سے دور مسلمانوں میں دین اور ایمان بچانے کا فکر کرنا۔

(۴) جہاں بھی مکتب، مسجد یا عبادت خانہ نہیں ہے، وہاں اس کے قیام کا فکر کرنا۔

(۵) پہلے سے جاری مکاتب میں تعلیم اور تربیت کی ترقی کے لئے کوشش کرنا۔

(۶) مکتب کے معلمین کی تربیت کے لئے قیام طعام کے ساتھ نظم ہے۔

(۷) انوکھا آسان، عام فہم تعلیم و تربیت کا طریقہ دیکھنے اور سمجھنے اور رائج کرنے کے قابل، امت کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

(۸) یتامیٰ، بیوہ کی خدمت۔

اس وقت اکابر کے مشورہ سے گجرات بھر میں یہ خدمات کا سلسلہ جاری ہے، آپ بھی اس مبارک سلسلہ میں شامل ہو سکتے ہیں، مزید تفاصیل ہماری ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

www.nooranimakatib.com